قیلولہ بھی کیا کرتے تھے +

آپ کا مؤذن اذانِ ظہر اول وقت کہا کرتا تھا۔ اذان سُنتے ہی آپ اُٹھ بیٹھا کرتے تھے۔ اور وضو کر کے سُنّت زوال ادا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زمانۂ بعثت سے ایامِ رحلت تک سنّت زوال کبھی ترک نہیں کیں۔ اور ان میں قرأت آپ کبھی طوالِ مفصّل سے کرتے تھے اور کبھی قصار سے۔ سنّت زوال کے بعد فرض ظہر ادا کرتے۔ اور فرض کے بعد دو رکعت سنّت اور چار رکعت سنّت ادا کرتے تھے +

نماز ظہر کے بعد حافظ سے قرآن مجید سُنتے اور اگر کچھ پڑھانا ہوتا تو پڑھاتے اور اگر حافظ موجود نہ ہوتا تو خود تنہائی میں جا کر قرآن مجید تلاوت کرتے +

نمازِ عصر بھی دو مثلوں کے بعد اول وقت میں پڑھا کرتے تھے اور فرض سے پہلے چار رکعت سنّت (یا نفل) پڑھا کرتے تھے۔ اور دیکھا نہیں گیا کہ کبھی ترک کی ہو +

نمازِ عصر سے مغرب تک دوستوں کے ساتھ خاموش مراقبہ میں گذارتے فجر و عصر کے بعد ان دونوں حلقوں میں بطریق باطن طالبوں کے احوال کی طرف متوجّہ ہوا کرتے تھے +

نمازِ مغرب اگر بادل نہ ہوتے تو اول وقت ادا کیا کرتے تھے۔ اور بعد ادائے فرض دو دفعہ اُس جگہ میں کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ پڑھتے۔ اور ادائے سنّت کے بعد چار رکعت اور کبھی چھ رکعات صلوٰۃ اوّابین پڑھتے۔ اس کے بعد ادعیہ ماثورہ کا ورد کرتے۔ اور صلوٰۃ اوّابین میں اکثر آپ سورہ واقعہ پڑھا کرتے تھے۔ اور نمازِ عشا بیاضِ اُفق زائل ہونے کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ کیونکہ حضرت امام اعظم کے نزدیک شفق عبارت اسی بیاض سے ہے +

اوّل آپ چار رکعت سُنّت ادا کرتے اور پھر چار رکعت فرض۔ اور فرضوں کے بعد پھر چار رکعت سُنّت ادا کرتے اور دو رکعت سُنّت اس سے پہلے بھی پڑھتے آخر چار رکعت سنّت میں الٓمٓ سجدہ اور سورۃ تبارک الذی اور قل یاایھا الکافرون و قل ھو اللہ پڑھتے۔ اور سنّتوں کے درمیان الٓمٓ سجدہ اور سورۃ تبارک الذی اگر نہ پڑھ لیتے تو ادائے وتر کے بعد مع سورۂ دخان ان سورتوں کو پڑھتے اور

اپنے دوستوں کو بھی اس کی ہدایت کرتے ۔

وتر کی پہلی رکعت میں سبح اسم دوسری رکعت میں قل یا ایھا الکافرون اور تیسری میں قل ھو اللہ پڑھا کرتے تھے ۔ اور قنوت کے ساتھ قنوت[ل] حنفی و قنوت شافعی ضم کرتے ۔ وتر کے بعد بیٹھ کر دو رکعت نفل بھی ادا کرتے ۔ اول رکعت میں سورۃ اذا زلزلت اور دوسری رکعت میں قل یا ایھا الکافرون پڑھتے ۔ اور کبھی یہ دو رکعت نفل ترک بھی کرتے ۔ اور فرماتے کہ فقہا کو ان رکعتوں کی بابت اختلاف ہے ۔ اور وتر کے بعد دو سجدے جو لوگوں کے درمیان متعارف ہیں نہیں کرتے تھے ۔ اس لیے کہ علما نے ان کی کراہت کا فتوے دیا ہے ۔

وتر کبھی آپ اول شب ادا کرتے اور کبھی بعد تہجد ۔ اور جب اول شب میں وتر ادا کرتے تو بعد نماز تہجد ان کا اعادہ نہ کرتے ۔ جیسا کہ بعض کیا کرتے ہیں ۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک شب میں دو وتر نہیں ۔

نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب مصلی سونے لگے اور نیت کرے کہ وتر اخیر شب میں ادا کریگا ۔ تو کراماً کاتبین اس کے اعمالنامہ میں حسنات لکھتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ وتر ادا نہ کرلے ۔ اس لیے جہاں تک ممکن ہو وتر آخر شب میں ادا کرنا چاہیے ۔ ساتھ ہی یہ بھی فرماتے کہ اس تعجیل و تاخیر سے بجز اتباع سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام اور کچھ مدنظر نہیں ہے ۔ کیونکہ کوئی فضیلت متابعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں ہوسکتی ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وتر کبھی اول شب پڑھتے تھے اور کبھی آخر شب میں اپنی سعادت اسی میں سے جانتا ہوں کہ جس طرح ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تشبہ حاصل ہو ۔ اگرچہ یہ تشبہ بحسب صورت ہی ہو ۔ لوگ بعض سنن میں نیت احیائے لیل وغیرہ کو دخل دیتے ہیں ۔ نہایت تعجب ہوتا ہے ۔ ہم کوتہ اندیشی سے نیم متابعت کے ساتھ ہزار احیائے لیالی کو بھی نہ خریدینگے ۔

ایک دفعہ اخیر عشرۂ رمضان مبارک میں اعتکاف میں دوستوں کو جمع کرکے کہا

ل دعائے قنوت امام اعظم کے نزدیک قبل از رکوع پڑھی جاتی ہے اور امام شافعی کے نزدیک بعد از رکوع ۔ دعائے قنوت کے الفاظ میں اختلاف کتب احادیث و فقہ میں مذکور ہے ۔

کہ ہرگز بجز اتباع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور کچھ نیت نہ کریں کہ ہمارا انقطاع و گوشہ نشینی کس کام کی ہے۔ ہم صد گرفتاری و تعلقات کے ساتھ حصول ایک متابعت کو قبول کرتے ہیں اور ہزار انقطاع و گوشہ نشینی کو بے توسّل متابعت قبول نہیں کرتے ؎

آں را کہ درسرا ئے نگاریست فارغ است

از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

ایک اور وقت کا ذکر ہے کہ فقیر درویشوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اس فقیر نے غلبۂ محبت سے جو اس فقیر کو غلامان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاصل ہے بیان کیا۔ کہ محبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس قدر غالب ہوئی ہے کہ حق سُبحانہٗ وتعالےٰ کو بواسطہ آپ کے دوست رکھتا ہوں۔ کہ حق سُبحانہٗ وتعالےٰ آپ کا پروردگار ہے حاضرین اس بات سے حیران ہوئے۔ لیکن کسی طرح مخالفت نہیں کر سکے۔ میرا یہ قول حضرت رابعہ بصریہ کے برخلاف ہے۔ کیونکہ انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جواب میں کہا تھا کہ محبت حق وتعالےٰ مجھ پر اس قدر غالب ہوئی ہے کہ آپ کی محبت کی گنجائش نہیں رہی۔ یہ دونوں قول سُکر کی خبر دیتے ہیں۔ تاہم میرے قول کی بھی اصلیت ہے۔ انہوں نے یہ قول عین سُکر میں کہا تھا اور مَیں نے ابتدائے صحو میں ان کا قول مرتبۂ صفات میں ہے اور میرا قول بعد از رجوع مرتبۂ ذات۔ کیونکہ مرتبۂ ذات میں اس قسم کی محبت کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ تمام نسبتوں کو اس مرتبہ میں کوتاہی حاصل ہے بلکہ اس مرتبہ میں ذوق کے ساتھ محبت کی نفی کرتے ہیں اور کسی طرح اپنے آپ کو اس کی محبت کے لائق نہیں جانتے۔ محبت و معرفت صفات میں ہوتی ہیں۔ اور محبت ذاتی جو کہی ہے اس سے مراد ذات احدیت نہیں ہے۔ بلکہ ذات بعض اعتبارات ذات مراد ہیں۔ پس محبت حضرت رابعہ بصریہ صفات میں تھی۔ واللہ سُبحانہٗ اعلم۔ انتہےٰ کلام الشریف +

نماز عشا کے بعد فوراً ہی آپ بستر استراحت پر جاتے۔ اور ادعیہ ماثورہ پڑھ کر سو رہتے۔ تاکہ آخر شب کی بیداری میں حرج واقع نہ ہو۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں اس وقت بیٹھ بھی جاؤں تو ممکن ہے کہ بات چیت کرنے کا موقع ملے۔ اور اس وقت بات چیت کرنا مکروہ ہے +

عمر بن عبد العزیزؓ سے منقول ہے کہ وہ ایک وقت ادائے نماز عشا کے بعد پوشیدہ رعایا کا حال دیکھنے چلے گئے۔ راستہ میں بے پہچانے چوکیداروں نے پکڑ لیا۔ جب گھر میں لے گئے اور روشنی میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ تو خلیفہ ہیں۔ چوکیداروں نے معذرت کی اور کہا کہ آپ نے ہمیں کیوں نہیں کہدیا کہ میں تمہارا خلیفہ ہوں۔ فرمایا میں نماز عشا پڑھ چکا تھا اور اُس وقت دنیا کی باتیں کرنا مکروہ ہے +

آپ درود بھی بہت پڑھا کرتے تھے خصوصاً شب جمعہ اور جمعہ کے دن اور اسی طرح شب دوشنبہ اور شنبہ کے دن اور اخیر زمانہ میں شب جمعہ کو تمام دوستوں کو جمع کرکے ہزار بار درود پڑھتے اور پھر بانکسار تمام مراقبہ کرتے، اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ آپ اس پر مامور تھے۔ اور رسالہ صلوات ماثورہ جو ایک جزو سے زیادہ ہے اور یا رسالہ درود جو شیخ الجن والانس حضرت شیخ عبد القادر جیلانی نے تالیف کیا ہے پڑھا کرتے تھے +

نماز جمعہ آپ جامع مسجد میں پڑھتے۔ اور عیدین کے موقع پر عیدگاہ میں حاضر ہوتے۔ اور چار رکعت احتیاط ظہر بھی جمعہ کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ اور ادائے فرض جمعہ کے بعد سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص اور معوذتین سات بار پڑھا کرتے تھے اور کبھی کبھی راستہ میں تکبیرات عید الضحےٰ آواز بلند کہا کرتے تھے۔ اور اول عشرۂ ذی الحجہ میں نہ بال منڈواتے تھے اور نہ ناخن ترشواتے تھے۔ اور ہر روز آخر ماہ تک سورۂ والفجر اور سورۂ حشر تلاوت کیا کرتے تھے +

صلوٰۃ کسوف خسوف بھی آپ پڑھا کرتے تھے۔ اور نماز تراویح سفر و حضر دونوں میں ادا کیا کرتے تھے۔ اور تراویح میں قرآن مجید کے کئی ختم کیا کرتے تھے۔ اور تراویحہ کے درمیان کبھی خاموش بیٹھے رہتے تھے۔ اور کبھی ورد کیا کرتے تھے اکثر سورۂ احزاب کا بھی ختم کیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ ایک عزیز نے لکھا ہے بخط مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ دیکھا گیا ہے کہ ختم سورۂ احزاب اس طرح ہے ؎

فاتحہ، انعام و یونس کرو طٰہٰ لے ہمام
عنکبوت انگہ زمر یٰس واقعہ داں والسلام

تلاوت قرآن کے وقت آپ کے چہرہ سے ہویدا ہوتا تھا کہ اسرار قرآنی و برکاتِ آیات فوقانی آپ پر فائض ہوتے ہیں +

ایک دفعہ اثنائے تلاوت میں اس فقیر کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے سبحان اللہ کیا کیا راز و نیاز ہیں کہ حق سبحانہٗ و تعالےٰ اور اُس کے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان واقع ہوئے۔ اور یہ وہ راز و نیاز ہیں جن کا ادراک علمائے راسخین ہی کر سکتے ہیں۔ اور فرماتے کہ بعض آیات پڑھنے والے کو ایسے مقام پر لیجاتے ہیں کہ وہم و گمان میں نہیں آسکتا +

نماز اور خارج از نماز آیات خوف کو خوف کی طرح، آیات تعجب کو تعجب کی طرح اور آیات استفہام کو استفہام کی طرح تلاوت کرتے۔ اور سفر میں دیکھا گیا ہے کہ گاڑی میں بیٹھ کر اور چادر مُنہ پر ڈالے ہوئے قرآن مجید تلاوت کرتے تاکہ ادھر اُدھر کسی پر نظر نہ پڑے۔ اور جب سجدہ آتا تو نیچے اُتر کر سجدہ کر لیا کرتے۔ اور جب نماز تنہائی میں پڑھتے تو تسبیحات رکوع و سجود میں سات سات اور نو نو دفعہ پڑھتے۔ اور فرماتے مجھے شرم آتی ہے کہ تنہا نماز پڑھوں اور پھر بھی تسبیحیں زیادہ نہ پڑھوں +

نماز میں سنن و مندوبات و اعتدال ارکان وغیرہ آداب کی پوری پوری رعایت کرتے۔ اور فرماتے کہ لوگ بڑی بڑی ریاضتوں اور مجاہدوں کی ہوس رکھتے ہیں۔ لیکن نہیں جانتے کہ رعایت آداب نماز سے بڑھ کر کوئی ریاضت و مجاہدہ نہیں خصوصاً نماز فرض و واجب اور سنت میں رعایت آداب کرنا درحقیقت معاملہ ایسا ہے۔ کہ آداب و اعتدال ارکان کے ساتھ نماز ادا کرنا نہایت مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ الآیہ کہ نماز بہت مشکل ہے مگر ڈر والوں پر +

نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ بہت سے لوگ مرتاض و متورع دیکھے جاتے ہیں کہ تمام باتوں میں رعایت و احتیاط مدنظر رکھتے ہیں لیکن نماز میں سستی کرتے ہیں +

نماز تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد بھی کبھی آپ ترک نہیں کرتے تھے اور سنن رواتب کی طرح سُنن زوائد بھی سفر و حضر میں بلا تکلف ادا کیا کرتے تھے۔ اور نماز نوافل میں سے بجز تراویح کے اور کوئی نماز نفل باجماعت نہیں پڑھا کرتے تھے۔ جو لوگ عاشورہ اور

شب قدر کو نوافل بجماعت پڑھنا چاہتے انہیں آپ منع کرتے +

چنانچہ اس باب میں آپ نے ایک مکتوب تحریر کیا ہے۔ اور اس کے متعلق روایات معتبرۂ فقہیہ کو اس میں جمع کیا ہے +

بعض متاخرین سلسلۂ نقشبندیہ جو نماز تہجد باجماعت ادا کرتے ہیں۔ اس پر آپ بہت تعجب کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس سلسلۂ شریفہ کی بنا کمال اتباع سنت پر ہے۔ پھر ایسا فعل ان سے کیوں وقوع میں آتا ہے۔ ہر ایک کام کو آپ نماز و استخارہ سے شروع کرتے۔ اور کبھی کبھی شہادت قلب و دعائے مسنون پر ہی اکتفا کرتے لیکن مہمات امور میں ہمیشہ آپ استخارہ کیا کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی ایک امور میں ایک ہی استخارہ پر اکتفا کرتے۔ اور اگر اتفاق سے استخارہ کرنا بھول جاتے تو درمیان میں یا آخر میں اس کا تدارک کر لیتے +

تشہد میں اشارہ بہ سبابہ نہیں کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگرچہ بعض احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور بعض روایات فقہیہ سے بھی اس کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جب میں نے اس پر اچھی طرح تتبع کیا تو احوط و مفتی بہ ترک اشارہ معلوم ہوا یہی وجہ ہے کہ بہت سے علما نے اسے حرام و مکروہ کہا ہے۔ اور جب کوئی امر حلت و حرمت کے درمیان میں ہو تو ترک اولیٰ ہوتا ہے +

علاوہ ازیں عمل احناف کا اصل و ظاہر الروایات پر ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواز اصل میں ذکر نہیں کیا ہے بلکہ نوادر میں ذکر کیا ہے +

جلد اول کے آخر میں اس کے متعلق بھی آپ نے ایک مکتوب لکھا ہے۔ تاہم آپ نے بعض نوافل میں احتیاطاً بوجہ احتمال سنت اشارہ سبابہ پر بھی عمل کیا ہے۔ اور بعد ادائے نماز فرض بغرض ایصال ثواب سورہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ جیسا کہ لوگوں میں مشہور ہے اس لئے کہ فقہا نے اسے مکروہ لکھا ہے۔ اور نماز فجر و عصر کے بعد آپ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تھے اور باقی تین نمازوں میں ایسا نہیں کرتے تھے +

آپ امام کے پیچھے فاتحہ بھی پڑھتے تھے۔ اور قرات فاتحہ کو مستحسنات سے جانتے تھے۔ اور ہر شخص کے پیچھے نماز جائز جانتے تھے۔ فاسق ہو یا نکوکار +

آپ مریض کی عیادت بھی کیا کرتے تھے اور بروقت عیادت ادعیۂ ماثورہ

پڑھا کرتے تھے۔ بعض بعض امراض کے دفعیہ کے لئے آپ خود بھی توجہ کیا کرتے تھے اور بسا اوقات آپ کی دُعا و توجُّہ سے اکثر امراض دفع ہو جایا کرتے تھے۔ چنانچہ اس کا کچھ بیان آپ کے خوارق میں آئیگا +

زیارت قبور کے لئے بھی آپ جایا کرتے تھے۔ ادعیہ ماثورہ پڑھتے۔ اور مُردوں کے لئے دُعا و استغفار کرتے +

شروع زمانہ میں جب آپ لپنے پیر عالی مقدار و اپنے پدر بزرگوار کی زیارت قبر کو جاتے تو قبر پر بھی ہاتھ رکھتے کیونکہ فقہا نے اس کی اجازت دی ہے۔ اور آخر زمانہ میں آپ نے اسے ترک کر دیا۔ کیونکہ بعض دیگر فقہا نے اس سے منع بھی کیا ہے۔ کیف بھر تقبیل قبور کو مستحسن نہیں جانتے تھے۔ ہاں استعانت موتے کو جائز سمجھتے تھے +

آپ مجالس میں بھی جایا کرتے تھے۔ لیکن جن محفلوں میں سماع و رقص وغیرہ منکرات شرعیہ ہوا کرتے، اُن میں شریک نہیں ہوتے تھے +

ذکر جہری کو بھی جائز سمجھتے تھے۔ بجز اُن چند مواضع مثل تکبیرات ایام تشریق وغیرہ کے جہاں ذکر جہری مسنون ہے اور کسی ایسے امر کو جو مخالف شریعت و رائے اہل سُنّت کے خلاف ہو، ہرگز قبول نہیں کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ احوال تابع شریعت ہیں۔ یہ نہیں کہ شریعت حال و احوال کے تابع ہے۔ کیونکہ شریعت قطعی الدلالت ہے اور وحی انبیا علیہم السلام سے ثابت ہے۔ اور حال و احوال جو کشف و الہام سے ثابت ہوئے ہیں ظنی ہیں۔ نہایت تعجب کی بات ہے۔ کہ بعض درویش خام و ناتمام لپنے کشف و الہام پر بھروسہ کر بیٹھتے ہیں اور امور شرعیہ سے انکار و مخالفت کر کے باہر قدم رکھتے ہیں۔ حالانکہ امر واقع یہ ہے کہ حضرت موسٰے علیہ السّلام باوجود اس علو مرتبت کے کہ آنحضرت صلے اللہ کے بعد آپ کو حاصل ہے۔ اگر اس وقت زندہ ہوتے تو انہیں بجز اتباع شریعت محمدیہ علے صاحبہا الصلٰوۃ والسلام کوئی چارہ نہ تھا۔ تو اب ان منکرین و مخالفین تہی دست و بے سرو برگ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ شریعت نبویہ علے صاحبہا الصلٰوۃ والسلام کی ذرا بھی مخالفت کریں +

آپ علمائے ماتریدیہ کی رائے کو علمائے اشعریہ کی رائے پر مقدم رکھتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ یہ بزرگ مداخلت فلسفہ سے دُور اور اقتباس انوار نبوت سے نزدیک ہیں +

آپ خواص بشر کو خواص ملائکہ سے اور نبوت کو ولایت سے افضل جانتے تھے۔ اگرچہ ولایت نبی ہی کیوں نہ ہو۔ اور صحو کو سکر پر ترجیح دیتے تھے۔ اور ولی عشرت کو ولی عزلت سے بہتر جانتے تھے۔ اور تمام صحابۂ کرام جمیع اولیائے اُمّت سے اعلیٰ و افضل جانتے اور صحابہ کرام کے اختلافات و منازعات کو اجتہاد و نیک نیتی پر محمول کرتے تھے نہ حرص و ہوا و ہوس پر۔ اس باب میں آپ نے کئی ایک مکتوبات لکھے ہیں +

اسی طرح طریق نقشبندیہ کو طریق جمیع مشائخ سے بہتر جانتے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ طریقہ بعینہٖ اصحاب کرام کا طریقہ ہے۔ بوجہ اندراج النہایۃ فی البدایۃ۔ اور فرماتے کہ بزرگانِ طریقہ اس سلسلہ نے فرمایا ہے کہ ہماری نسبت فوق جمیع نسب ہے کیونکہ یہ طریقہ جب متابعت سنّت میں اور طریقوں سے فوق ہے تو لامحالہ نسبت میں بھی اُن سے فوق ہوگا۔ اور جو حرصتیں کہ بعض متاخرین نے مثل خواجہ بزرگ خواجہ علاؤالدین و خواجہ محمد پارسا و خواجہ عبیداللہ احرار قدس اللہ اسرارہم نے برخلاف طریقۂ شریعت احداث کئے ہیں پسند نہیں کرتے تھے۔ اور شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت تعظیم کرتے اور بسا اوقات اُن کا ذکر خیر کیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ باوجودیکہ مجھو اُن سے محبت ہے تاہم میں اُن کے بعض علوم کشفیہ کو پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ حق اُن کے برخلاف معلوم ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ اُن کی یہ خطا، خطائے کشفی ہے۔ اس لئے وہ مواخذہ سے بری ہیں۔ جس طرح خطائے اجتہادی اسی طرح مقلد مجتہد مخطی بھی مواخذہ سے بری ہے۔ لیکن ہاں اگر مقلد صاحب کشف ہے اگر وہ اُس خطائے کشفی کی تقلید کرے تو وہ ہرگز مواخذہ سے بری نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایک شخص کا کشف دوسرے پر حجت نہیں +

آپ بعض کتب درسیہ مثل بیضاوی شریف، بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف، عوارف المعارف، ہدایہ اور شرح مواقف وغیرہ کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ اور اگرچہ آخر میں درس دینا آپ نے کم کر دیا تھا۔ تاہم آپ طلبہ کو تحصیل علوم کی تحریص و ترغیب دلاتے رہتے تھے۔ اور تحصیل علوم کو سلوک طریقۂ صوفیہ پر مقدم سمجھتے تھے +

اگر کہیں سفر کرنا ہوتا تو ایام مسنونہ میں سفر کرتے اور ساعات نجومیہ کی طرف اصلاً التفات نہیں کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے کہ نحوست ایام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی ولادت کے باعث مرتفع ہو گئی بحکم حدیث اَلْاٰبَآءُ اٰبَآءُ اللّٰہِ وَالْعِبَادُ عِبَادُ اللّٰہِ

ابتدائے سفر میں آپ استخارہ کرتے اور دیگر ادعیۂ ماثورہ پڑھتے۔ اسی طرح منزل بہ منزل ادعیۂ ماثورہ کو ترک نہ کرتے۔ اسی طرح لباس پہنتے اور کھانا کھاتے وقت ادعیہ ماثورہ پڑھا کرتے ÷ چنانچہ ایک دوست نے ان تمام اوراد و وظائف کو ایک جگہ جمع کیا ہے ÷

حمد و استغفار بھی آپ بہت کیا کرتے تھے۔ اور تھوڑی نعمت پر بھی شکر بجا لاتے۔ اور ترک اولےٰ پر بھی بہت استغفار کرتے تھے۔ اور اگر کوئی بلا و مصیبت پہنچتی، تو فرماتے یہ ہمارے شامت اعمال سے ہے۔ اور اس کا تدارک آپ خیرات سے کرتے۔ اور اُسے ترقی کا زینہ سمجھتے ÷

ایک روز ایک شخص نے پوچھا کہ سلطان وقت نے ترک ادب کر کے آپ کے ساتھ جو معاملہ کیا، اُس کا سبب کیا تھا۔ فرمایا، یہی ہمارے اعمال و افعال اور یہ آیت تلاوت کی مَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ (جو کچھ مصیبت تمہیں پہنچے۔ سو اسی وجہ سے کہ تمہارے ہاتھوں نے کمایا یعنی کیا) ÷

باوجود کثرت عمل کے دید قصور اعمال آپ پر غالب تھا۔ اور دوستوں کو بھی آپ اسی کی ہدایت کیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ عُجب عمل صالح کو اس طرح نابود کرتا ہے، جس طرح آگ لکڑی کو۔ اور منشاء عُجب یہ ہے کہ عمل عامل کی نظر میں زیب دیں۔ چاہیئے کہ اُس وقت اپنے قبائح کو یاد کرے اور حسنات کو ان سے متہم کرے۔ اور شرمندہ ہو ÷

اور فرماتے کہ ایک جماعت ایسی بھی ہے کہ دید قصور اعمال اس پر اس قدر غالب ہے کہ وہ اپنے کاتب یمین کو بیکار و معطل سمجھتے ہیں اور کاتب شمال کو ہمیشہ کام میں مشغول جانتے ہیں۔ جن دنوں میں کہ بادشاہ وقت نے آپ کو قلعہ میں محبوس کیا تھا تو ایک دوست نے آپ کو عریضہ لکھا۔ اور آپ کے قبض حال اور ملامت خلق کی شکایت کی۔ آپ نے جواب تحریر فرمایا :-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی صحیفہ شریفہ پہنچا جفا و ملامت خلق کا حال جو آپ نے تحریر فرمایا ہے وہ خود اس گروہ کے لئے جمال اور ان کے زنگ کیلئے

صیقل ہے۔ قبض و کدورت کا کیا ذکر۔ جب فقیر اس قلعہ کے قریب پہنچا تو محسوس ہوا کہ انوار ملامت خلق ارد گرد سے نورانی بدلیوں کے رنگ میں آرہے ہیں۔ یہی حال حضیض و پستی سے عروج و ترقی میں ہوا۔ اتنے سال بتربیت جمالی قطع کئے اور اب بتربیت جلالی قطع مسافت کر رہے ہیں۔ آپ مقام صبر بلکہ مقام رضا میں رہیں اور جلال و جمال کو مساوی جانیں۔

نیز آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ ظہور فتنہ کے وقت سے نہ ذوق باقی رہا ہے نہ حال۔ چاہئے کہ ذوق و حال مضاعف ہو۔ کیونکہ جفائے محبوب وفا سے زیادہ لذت بخش ہوتی ہے۔ کیا تعجب کی بات ہے کہ آپ نے عوام کے رنگ میں گفتگو کی ہے۔ اور محبت ذاتیہ سے آپ الگ ہو گئے ہیں۔ آپ برخلاف حال گذشتہ کے جلال کو جمال سے زیادہ جانیں۔ اور ایلام کو انعام سے بیشتر تصور کریں۔ کیونکہ جمال و انعام میں تو مراد محبوب اور اپنی مراد کا شائبہ بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن ایلام و جلال میں مراد محبوب خالص ہوتی اور اپنی مراد کے برعکس ہوتی ہے۔ لہٰذا اس وقت حال، حال سابق کے ماوراء ہے وشتان ما بینہما۔ اس قلعہ سے ایک رقیمہ شریفہ آپ نے سیدی مرشدی میر محمد نعمان سلمہ اللہ کو تحریر کیا تھا۔ وھو ھذا:۔

الحمد للہ و سلام علے عبادہ الذین اصطفی مخفی نماند و اضح بعنایت اللہ سبحانہ کہ آں عنایت بصورت جلال و غضب او تعالے تجلی نہ فرمودہ بود قفس زنداں بگشتم و از تنگنائے ایمان شہودی بالکلیہ نہ رستم و از پیں کوچہ ہائے تلال و ظلال و تمثال تمام برآمدم و در شاہراہ ایمان بغیب مطلق العنان تجرید نمودم و از حضور بغیب و از عین بعلم و از شہود باستدلال بروجہ کمال نہ پیوستم و ہنر دیگراں عیب و عیب دیگراں را ہنر بذوق و وجدان بالغ نیافتم و شربتہائے خوشگوار بے ننگی و بے ناموسی و مرتبہ ہائے مزہ دار خواری و رسوائی نچشیدم و از جمال طعن و ملامت خلق حظ نہ گرفتم و از حسن بلا و جفائے مردم محظوظ نہ شدم و کالمیت بین یدی الغسال گشتہ بالکلیہ ترک ارادہ و اختیار نہ کردم و انتہائے تعلق آفاق و انفس را بہ تمام و کمال نجستم و حقیقت تضرع و التجاء و انابت و استغفار و ذل و انکسار را بدست نیاوردم و قسطاس نیج الفرات استغنائے

حق سبحانہ را کہ محفوف بسرادقات عظمت وکبریائی است مشاہدہ نمودم وخود را
بندۂ خوار وزار وذلیل وبے ہنر وبے اقتدار وبا کمال احتیاج وافتقار معلوم
ساختم وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اِنَّ
رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ[1] اگر بمحض فضل وتواتر فیوض وارادت الٰہی جل شانہٗ وتوالی عطیات
وانعامات نامتناہیے او سبحانہٗ دریں محنت کدہ شامل حال ایں شکستہ بال نمے شد
نزدیک بود کہ معاملہ بیاس سد ورشتۂ امید گسستہ گرود والحمد للہ الذی
عافانی فی عین البلاء وکرمنی فی نفس الجفاء واحسن بی فی حالت الغناء
ووفقنی علی الشکر فی السراء والضراء وجعلنی من متابعی الانبیاء ومن مقتفی
آثار الاولیاء ومن محبی العلماء والصلحاء صلوٰۃ اللہ سبحانہٗ وتسلیماتہ
علی الانبیاء اولاً وعلی مصدقاتہم ثانیاً۔

فصل ۷

آپ کے اسرار ومعارف اور آپ کے اُن جلیل احوال عالیہ کا بیان

جو راقم الحروف نے آپ سے یا اپنے دوستوں سے سُنے

جو سالکین باتمکین وصاحب علم ومعرفت منصف مزاج کہ عارفین کاملین کے بلند
احوال عالیہ سے ایک گھونٹ پی چکے ہیں اور شیرینی کلام محققین اولیائے کرام وعلمائے اعلام
کی چاشنی چکھ چکے ہیں، اگر آپ کے رسائل ومکاتیب کو دیکھیں اور مطالعہ کریں تو وہ آپ کے
علو مرتبت ومنزلت سے اچھی طرح واقف وآگاہ ہو جائیں گے۔

ایک عالم باعمل نے جو کہ آپ کے مریدوں میں سے ہے، راقم الحروف سے
آپ کے مکتوبات کے متعلق بیان کیا۔ کہ کتب ورسائل دو قسم کے ہوتے ہیں یا تصنیف
ہوتے ہیں یا تالیف۔ تالیف تو یہ ہے کہ دوسروں کا کلام بجنسہٖ وترتیب جمع کرے اور

---

[1] میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا۔ کیونکہ نفس ہمیشہ بدی کا حکم کرتا ہے مگر یہ کہ میرا پروردگار ہی رحم کرے۔
بے شک میرا پروردگار بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

تصنیف یہ ہے کہ خود اپنے ہی معارف وعلوم اور نکات بحسن ترتیب جمع کرے۔ خواہ یہ
معارف وحقائق بعبارت علمی وعلو فطرت سے ظاہر ہوئے ہوں۔ اور خواہ بالہام کشوف
صادقہ جلوہ گر ہوئے ہوں تصنیف تو ایک مدت سے اٹھ چکی ہے۔ ہاں تالیف باقی
رہگئی ہے۔ مگر وہ بھی شاذ ونادر۔ اس تالیف میں بعض بعض مؤلف اپنی تحقیقات بھی
بیان کر دیتے ہیں۔ اس وقت انصاف کی بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں حضرت مجدد صاحب
کے مکتوبات ایک عمدہ اور متین تصنیف ہے۔ میں نے جس قدر آپ کے مکتوبات
دیکھے کہیں نقل کا نام ونشان نہیں پایا۔ ہاں کہیں کہیں حسب ضرورت نقل بھی ہے
اور زیادہ تر وہی آپ کے مکشوفات وملہمات خاص ہیں اور سب نہایت عالی نازک
اور بروفق شرع متین ہیں۔ جزاء اللہ عنا خیرالجزاء لتقنئے کلام ہذا العالم الشریف۔
ایک اور خاص جو بارہا آپ کی صحبت بابرکت سے فیضیاب ہوئے ہیں بیان
کرتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ اس زمانہ کے لوگ آپ کے حقایق ومعارف کی قدر ومنزلت
نہیں جان سکتے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ آپ اگلے زمانہ میں ہوتے۔ تاکہ لوگ (بفراست
ایمانیہ) آپ کے کلام کی قدر ومنزلت پہچانتے۔ اور متاخرین آپ کے کلام سے اسناد
واستشہاد کرتے۔ لیکن اس زمانہ میں تو لوگوں کا حال آپ کے کلام کی نسبت ایسا ہے
کہ ایک دانشمند نے کسی بادشاہ کی مجلس میں بیان کیا کہ میں نے آج ایک ایسا پرندہ دیکھا
جو جلتی چنگاری کھاتا ہے۔ اہل مجلس نے چونکہ ایسا پرندہ دیکھا نہ تھا چاروں طرف سے
اُسے احمق اور بیوقوف کہنے لگے۔ جب دانشمند نے دیکھا کہ اہل مجلس کسی طرح باور نہیں
کرتے اور مجھے احمق وبیوقوف کہے چلے جاتے ہیں۔ ناچار کوہستان میں جہاں وہ
کبک رہتا تھا گیا اور ایک کبک پکڑ کر مجلس میں لایا۔ اور اہل مجلس سے کہا یہی وہ پرندہ
ہے، جو آگ کی چنگاریاں کھاتا ہے۔ سب جمع ہو گئے اور آگ سلگا کر اُس کے سامنے
رکھ دی۔ اور وہ چُن چُن کر اس کی چنگاریں کھانے لگا۔ تو اب کہنے لگے کہ معلوم ہوا
تو عقلمند ہے اور ہم جاہل تھے۔ کہ تیرا قول جب عقل میں نہ آیا تو تجھے جھٹلانے لگے۔
حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمۃ کا قصہ بھی اسی کا موید ہے۔ لوگوں نے سلطان
سنجر سے امام عالی مقام کی بہت سی ایسی باتوں کو جو اُن کے فہم وعقل میں نہیں آتی تھیں بیان
کر کے سلطان کو آپ سے منحرف کر دیا۔ جب امام عالی مقام کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے

سلطان کو ایک مکتوب لکھا جس کے فقرات درج ذیل ہیں:-

"آج کل ایسی باتیں سننے میں آتی ہیں کہ اگر میں خواب میں دیکھتا تو اضغاث احلام (خواب وخیال) ہیں۔ شک نہیں کہ فقیر کی کلام میں بعض باتیں اس قدر مشکل ہوتی ہیں کہ ہر شخص انہیں سمجھ نہیں سکتا۔ لیکن درحقیقت نہ اس لئے کہ وہ اسرار خاصہ ہیں۔ بلکہ زمانہ کی سستی اور ضعف طبیعت کا باعث ہے کہ انہیں سمجھ نہیں سکتے۔ اگر فرمان ہو تو اس قسم کے جس قدر رسائل کہ سمجھ میں نہ آتے ہوں۔ میں ان کی شرح کرکے سمجھا سکتا ہوں"۔ انتہے کلامہ الشریف +

راقم الحروف نے اپنے پیر بزرگوار کی تعریف اور بعض ارباب عناد وانکار کی تردید میں چند ابیات لکھے ہیں جو آپ کے مکتوب ثالث کے عنوان پر چھپے ہوئے ہیں اور دو تین بیتیں اس جگہ بھی لکھ دی جاتی ہیں

مبین فرزند فاروق است چوں اب کنوں نطق از زبان او کند رب
زہر یک نقطہ اش چوں نافہ تر شمیم وصل جاناں میزند سر
ولے آں کز مروت در زکام است چہ داند نافہ اش گر در مشام است

آپ کے زمانہ حیات ہی کا ذکر ہے کہ ایک بزرگ عالم متشرع باعمل نے راقم الحروف سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کے بہت سے مکتوبات ورسائل ہیں۔ لیکن مجھے ان کے دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا ہے۔ بندہ نے ایک مکتوب جس میں آپ نے طریقت وحقیقت کو خادم شریعت ثابت کیا ہے۔ انہیں پڑھ کر سنایا۔ جب سن چکے تو بذوق تمام آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اللّٰھم سلم ھذا الشیخ المعظم کہ اے پروردگار اس بزرگ شیخ کو سلامت رکھ +

اس کے بعد انہوں نے کہا کہ زمانہ نہایت فاسد اور بدعات سے پر ہے اکثر مشائخ وقت کے رسائل ومکتوبات دیکھ کر حزن وملال کا زنگ دل پر جم گیا تھا۔ لیکن آپ کے اس کلام کے صیقل نے اسے صاف کر دیا الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن +

اسی طرح بہت سے صلحا وعلمائے نیک نہاد ہر بلاد وقریئے نزدیک ودور آپ کے مکاتیب ورسائل پڑھ کر آپ کے مخلص وصادق العقیدت ہو گئے۔ بعض بعض اسی ضمن میں آپ کی خدمت بابرکت میں بھی حاضر ہوئے۔ اور نظرات وتوجہات حاصل کیں +

آپ کے مریدوں میں سے مولانا حسن غولی مشہور معروف ہیں۔ اور محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ جو آپ ہی کے ہمعصر تھے اگرچہ آپ کی صحبت سے شرفیاب نہیں ہوئے۔ لیکن آپ کے اوصاف حمیدہ سُنکر اپنے تذکرہ میں آپ کا ذکر خیر ان الفاظ میں کیا ہے۔" بالا نشین مسند محبوبیت وصدر آرائے محفل وحدانیت خدیو مقام فردیت وصاحب مرتبت قطبیت وقت" انتہے کلامہ الشریف۔ جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء ✦

آپ کے بعض مخلص آپ کے مکتوبات کا دفتر اوّل جو دوسرے مکتوبوں کی نسبت کم درجہ رکھتا ہے۔ بلخ و بخارا اور ماوراء النہر تک لے گئے۔ علمائے اُس دیار نے دیکھ کر آپ کی بہت کچھ تعریف و مدح کی۔ اور آپ کے ساتھ عقیدت واخلاص پیدا کیا۔ اور کہنے لگے، الحمد للہ کہ کشور ہند میں بھی اب ایسے ایسے بزرگ حق پرست لوگوں کو فیض پہنچا رہے ہیں ✦

انہیں ایام میں بلخ سے ایک درویش صالح ہندوستان آئے۔ تو سیادت پناہ سید میرک شاہ، دو دانائے حکمت صوری و معنوی شیخ قدیم کبروی اور میر مومن بلخ جیسے عرفا اور مولانا ربانی حسن قبادیانی اور قاضی القضاۃ مولانا تولک جیسے علما نے ان درویش صالح کے ذریعہ کچھ تبرکات بھیجے۔ اور دعوات نیازمندانہ عرض کیں۔ چنانچہ یہ بزرگ اجمیر شریف میں آپ کی خدمت سے شرفیاب ہوئے۔ اور تبرکات پیش کئے۔ اور عقیدتمندوں کی ارادت وعقیدت کا اظہار کیا۔ اور اُن کے پیغام پہنچائے۔ اور بالخصوص اپنے معتقد در جناب میر مومن موصوف کی ارادت وعقیدتمندی کا بہت کچھ اظہار کیا۔ اور بیان کیا کہ انہوں نے عرض کیا ہے کہ اگر کبرسنی اور مسافت بعیدہ مانع نہ ہوتی تو خود حاضر ہو کر بقیہ عمر خدمت شریف میں صرف کرتا۔ اور انوار و احوال ما لا عینٌ رأت ولا اذنٌ سمعت کا اقتباس کرتا۔ چونکہ یہ موانع پیش ہیں۔ التماس یہ ہے کہ اس فقیر کو مخلصان حضور رہتے جانکر بافاضات غائبانہ ہم مہجوروں لیکن معنی حاضرین خدمت کی توجہ فرماتے رہیں۔ درویش نے یہ بھی بیان کیا کہ مجھ سے آپ نے یہ بھی فرما دیا ہے کہ میں اُن کی جانب سے بھی آپ سے مصافحہ کروں۔ چنانچہ کیا بھی رخصت کے وقت ✦

اس درویش نے راقم الحروف سے بیان کیا کہ وہاں کے مشائخ آپکے معارف وحقائق سُنکر اشتیاق تمام رکھتے ہیں۔ اگر آپ التماس کر کے ایک ایسا مکتوب ارسال کرنے

کی تحریک کریں۔ جو بہت سے معارف عالیہ پر مشتمل ہو، بعید از کرم نہ ہوگا۔ چونکہ میں نے دیکھا کہ وقت تنگ تھا۔ اور آپ کو کوئی اور مکتوب لکھنے کا موقعہ نہیں ملسکتا تھا۔ اس لئے مکتوبات سابقہ میں سے کئی ایک مکتوب لکھ کر ان کو دیدئے۔ اور آپ کی خدمت میں بھی عرض کر دیا۔ فرمایا تم نے بہت اچھا کیا۔ کیونکہ اس وقت مجھے نیا مکتوب لکھنے کا کوئی موقعہ نہیں ملسکتا تھا۔ باوجود اس کے ان بزرگ نے بہت اصرار کیا کہ آپ اُن مشائخ اور بالخصوص میر مومن موصوف کے نام نامی ایک دستخطی رقعہ بھی خاص اپنے دست مبارک سے تحریر فرمادیں تاکہ اُن کے لئے باعث ممنونیت ہو۔ اور احقر بھی اس کی برکت سے راستہ میں آفات سے محفوظ و مصؤن رہے۔ چنانچہ آپ نے قبول فرمایا۔ اور خاص اپنے قلم محترم سے میر مومن کے نام نامی ایک مکتوب تحریر فرمایا وھو ھذا بلفظہ :-

الحمد للہ وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ حقوق علماء و مشائخ ماوراء النھر شکر اللہ تعالٰے سعیہم بر ذمہ ما پس ماندگان و دور افتادگاں بلکہ بر کافہ اہل اسلام ہندوستان نہ آنقدر ساست کہ در ضمن تقریر و حیز تحریر آید درستی اعتقاد بر وفق آراء صائبہ اہل سنت و جماعت کثر ہم اللہ سبحانہٗ فی الامصار، از تحقیقات ایں بزرگواران اکتساب نمودہ ایم و صحت عمل بموجب مذہب علماء حنفیہ رضی اللہ تعالٰے عنہم از تدقیقات ایشاں حاصل کردہ و نیز سلوک طریقہ علیہ صوفیہ قدس اللہ تعالٰے اسرارہم در یتیم از برکات آں بقعۂ شریفہ مستفاد است و تحقیق مقام جذبہ و سلوک و فنا و بقا و سیر الی اللہ و سیر فی اللہ کہ بر تبۂ ولایت خاصہ مربوط است از فیوض اکابران و صدر تبرک معاض بالجملہ ظاہر باطن اصلاح از انجا یافتہ است و اگر باطن است فلاح از انجا حاصل نمودہ

شکر فیض تو چمن چوں کند اے ابر بہار
کہ اگر خار و گر گل ہمہ پروردہ تست

حرسہا اللہ سبحانہ داھالیہا عن الاٰفات والبلیات بحرمۃ سید السادات علیہ علٰی وآلہ الصلوات والتسلیمات مع ذالک یارانے کہ بتقریبات

ازاں دیار علیا باین دیار سفلے مے آیند الطاف ذوی البرکات آنجا ہے علے الخصوص اشفاق ملازمان ارشاد و ہدایت پناہ وافادت وافاضت دستگاہ سلمہ اللہ تعالےٰ نسبت باین حقیر اظہار مے نمایند وعالیجناب نجابت آیات باحسن عمل کائن است وبعض علوم ومعارف آں راکہ تسوید نمودہ مطالعہ فرمودہ اند۔ پسندیدہ این قسم بشارت از بزرگاں باعث ازدیاد امیدواری میگردد و بر تحریر بعض اذواق ومواجید دلیر میسازد۔ وچوں دریں ایام تبازلی شیخ ابوالمکارم آمدہ اظہار الطاف ایشاں نمودہ وانواع مہربانی بیان فرمودہ ناچار اعتماد بر کرم ایشاں نمودہ بچند کلمہ مصدع گشت وخورا افزایاد ایشاں داد وچوں نقل بعض مسودات این فقیر را اخوی خواجہ محمد ہاشم کشمی کہ از دوستان متمندات بمصحوب صوفی مشارٌالیہ مرسل داشتہ است اکتفا بآں نمود وحرفے از مقولۂ علوم ومعارف این طائفہ علیہ دریں رقیمہ مندرج نساخت واز عنایات و اشفاق حضرات امیدآں دارد کہ در اوقات مرجوہ از دعاے خیر وفاتحہ سلامت خاتمہ مستغنے نخواہند فرمود رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا۔ دعوات فقیرانہ بحضرات عالی درجات ہرکدام جناب نقابت نجابت پناہ ملاذ اہل اللہ سید میرک شاہ وجناب افادت دستگاہ علامۃ الورےٰ مولانا حسن وجناب ناصر الشریعت حافظ السنۃ قاضی تولک دام اللہ تعالےٰ برکاتہم تبلیغ فرمایند۔ فقیرزادہا نیز عرض دعا نمودہ التماس فاتحہ مے نمایند۔ انتہےٰ کلامہ الشریف ✣

اسی طرح اگر بلاد قریبہ وبعیدہ کے بعض بعض فضلا وصلحا کا قصہ الگ الگ بیان کیا جائے تو موجب تطویل ہوگا ✣

واضح ہو کہ آپ کے اسرار عالیہ جو مبدا فیاض سے آپ کے باطن سعدالمیامن وارد ہوا کرتے تھے۔ تین قسم کے ہیں ✣

ایک قسم کے اسرار وہ ہیں جنہیں آپ ہرگز دل سے زبان پر نہیں لاتے تھے اور کیا محرمان راز اور غیر محرمان راز کسی سے بھی بیان نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے جو مکتوب خواجہ حسام الدین احمد سلمہ اللہ کو تحریر فرمایا ہے۔ اس کے چند فقروں میں اس کا تذکرہ تھا

کا اظہار کیا ہے وہ چند فقرے یہ ہیں:" انعامات حق سُبحانہٗ کا کیا ذکر کروں اور کہاں تک اُن کا شکر ادا کروں۔ جو علوم و معارف افاضہ ہوتے ہیں، بتوفیق الٰہی قید کتابت میں آتے ہیں۔ اور اہل و نااہل سب سُنتے ہیں لیکن وہ اسرار و دقائق جو اس کے ساتھ متمیز ہیں اُن کا ایک شمّہ بھی ظاہر نہیں کر سکتا۔ بلکہ رموز و اشارات سے بھی اُنہیں بیان نہیں کر سکتا خود اپنے فرزند عزیز سے بھی جو کہ مجموعہ معارف فقیر اور نسخۂ مقامات سلوک ہے ایک رمز بھی اُن اسرار و حقائق میں سے درمیان میں نہیں لاتا۔ حالانکہ مَیں جانتا ہوں کہ وہ محرمِ راز ہے اور خطا و غلطی سے محفوظ ہے لیکن کیا کروں کہ اُن دقائق و اسرار دقّت معانی زبان کو پکڑتی ہے اور لطافت اسرار لبوں کو بند کرتی ہے یضیق صدری ولا ینطلق لسانی وہ اسرار اس قبیل سے نہیں ہیں کہ بیان میں آتے بلکہ بیان میں نہیں آ سکتے

ص فریاد حافظ اینہمہ آخر بہرزہ نیست ہم قصۂ غریب و حدیثِ عجیب ہست

یہ دولت جس کے حاصل کرنے کی ہم کوشش کر رہے ہیں مشکوٰۃ نبوت انبیا علیہم الصّلوٰۃ والسلام سے مقتبس ہے۔ اور ملائکہ ملاء اعلےٰ علےٰ نبینا و علیہم الصلوٰت و التسلیمات بھی اس دولت میں شریک ہیں۔ متابعان انبیاے علیہم الصّلوٰۃ و السّلام سے جس کسی کو اس دولت سے مشرف کرتے ہیں (زبان بند کرتے ہیں)+

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم سے دو قسم کا علم حاصل کیا۔ اُن میں سے ایک وہ علم ہے جو میں نے تمہارے درمیان منتشر کیا۔ اور دوسرا علم اگر منتشر کروں تو میرا گلا کاٹ ڈالیں۔ اور وہ علم اسرار ہے کہ ہر شخص کی فہم وہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔ ذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم انتہےٰ کلامہ الشریف+

بعض انہیں اسرار میں سے جو رمز و کنایہ سے بھی بیان نہیں کیے جا سکتے۔ اسرار حقائق حروف مقطعات قرآنیہ و متشابہات آیات فرقانیہ تھے جیسا کہ فصل ہفتم میں بیان کیا گیا+

قسم دوم کے اسرار و معارف وہ تھے جنہیں بجز محرمان اور ہم نشینان خلوت خاص و بارگاہ اختصاص کے اور کسی سے بیان نہیں کرتے تھے۔ ان اسرار و معارف کے بیان کرنے کا آپ نے قاعدہ یہ مقرر کر رکھا تھا کہ جو لوگ ان اسرار و معارف کے سُننے کے اہل ہوتے

اُنہیں ایک وقت خاص میں طلب فرمایا کرتے۔ اور کوئی شخص اس وقت آپکے پاس نہ آسکتا۔ چنانچہ خادم دروازے پر بیٹھا رہتا۔ اور دروازہ بھی بند کر دیا جاتا۔

ایک روز اتفاق سے آپ کا ایک مخلص صاحب ذوق وحال دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ خادم نے کسی ضرورت سے دروازہ کھولا۔ تو یہ درویش اندر چلا گیا۔ جونہی آپ کی نظر اس پر پڑی تقریر کا رنگ بدل دیا۔ حتے کہ جو محرمان راز تھے وہ اُسے نہ سمجھ سکے۔ دوسرے روز صبح کو آپ نے اُن لوگوں کو پھر طلب کیا۔ اور فرمایا کل کا واقع بھی معلوم ہے یا نہیں۔ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا۔ چونکہ نامحرم درمیان میں آگیا تھا اس لئے میں نے تقریر کا رنگ بدل دیا تھا۔

اس کے بعد آپ نے پھر وہ اسرار اُسی پیرایہ میں بیان کئے کہ سامعین انہیں ادراک کر سکیں۔ ان اسرار و معارف کو آپ صرف محرمان راز سے ہی بیان کرتے۔ اور معرض تحریر میں نہ لاتے۔ تاکہ نامحرموں کے کانوں تک نہ پہنچیں۔

اگر مخدوم زادہ اور بعض دیگر خلفاے خاص التماس کرتے کہ اگر آپ اس قسم کے بعض اسرار و معارف ہمارے لئے تحریر بھی فرمادیں تو کیا حرج ہے۔ چنانچہ ان کی حسب التماس آپ بعض اسرار و معارف تحریر فرما دیتے۔ مگر ایک خاص پیرایہ میں کہ ہر ایک شخص ان کا ادراک نہ کر سکے۔ بعض معارف و اسرار آپ کے اس قسم کے بھی تھے کہ بجز مخدوم زادوں کے اور کسی محرم و نامحرم سے بیان نہیں فرماتے تھے۔

اور تیسری قسم کے اسرار و معارف وہ تھے جنہیں آپ سائلوں کے جواب میں اور یا خود بغرض افادہ افاضۂ عام طور سے بیان فرمایا کرتے تھے اور یہ وہ تمام اسرار و معارف ہیں آپ کے مکتوبات کثیر البرکات اور دیگر رسائل میں مذکور ہیں۔ جن کا ہر ایک بیان شفا بخش رنجور و مقرب دور و مہجور اور نقل ہر محفل ہے۔ جن کا شہرہ ہر ایک کے کان تک پہنچا ہے۔ جن کا فقرہ فقرہ خاتم اسرار فقر کا نگینہ ہے۔ جن کی ہر ایک فصل جواہر اسرار وصل کا خزینہ ہے۔ وہ اسرار و معارف جو جامع اسرار دین و انوار یقین ہیں۔ مظہر راز مخفیہ کنز تبیین ہیں۔ مرآۃ جمال معانی احادیث سید المرسلین وحل مشکلات کلامیہ و فقہیہ ہیں۔ وہ معارف تشبیہیہ و تنزیہیہ پر حاوی۔ ترجمان غوامض کلمات متقدمین اور دستور واقوال عرفاے متاخرین ہیں۔ قدس اللہ سرہا کلہا۔

یہی اسرار و معارف اپنی زبان درفشان سے خلوت میں بیان فرماتے تو دوسرا لباس پہن لیتے۔ یا یہ کہو کہ جو کچھ آپ زبان سے بیان فرماتے حال تھا اور جو کچھ کہ قلم سے تحریر فرمایا قال ہے۔ اور بیان معرفت ہے اور وہ القائے نسبت و اعطائے نعمت یعنی ور پردہ آپ کی تقریر میں وہ تصرف مضمر تھا کہ سامعین کو شکر وحضور میں لیجاتے تھے جو تحریر میں نہیں آسکتا +

جب سُننے والے آپ کی مجلس سے باہر آتے تو ایسا معلوم ہوتا جیسے کسی میخانہ سے مدہوش نکلتے ہیں۔ مخدوم زادے اور دیگر محرمان راز ہمیشہ آرزو میں رہتے کہ وہ کونسا وقت آئیگا کہ آپ مشتاقوں کو اپنے اسرار و معارف سُنائینگے ؎

از دل زرود لذتِ حرفِ دل او
در بست کہ از گوش بروں نتواں کرد

معارف و اسرار کے بیان کرنے میں آپ کا طریقہ یہ تھا کہ جب تک آپ کو اُن کا ماخذ و منشا متحقق نہ ہو جاتا۔ اور صبح صادق کی طرح آپ کی نظر بصیرت و کشف میں اُن کا جمال جلوہ گر نہ ہو جاتا۔ تب تک محض قوت علمیہ سے آپ اُنہیں بیان نہ کرتے +

اکثر طالب آپ سے بہت سے سوالات کرتے۔ آپ فرماتے کہ حقیقت اُن کی تحققًا و حالًا معلوم نہیں ہوئی ہے۔ اس لئے صرف قوت علمیہ سے اُنہیں بیان کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا +

ایک روز راقم الحروف نے دفتر ثانی کے ایک مکتوب میں ایک جگہ سوال کیا۔ فرمایا مدت ہوئی کہ سیر اس معاملہ سے دوسری جگہ واقعہ ہوئی۔ اور اب محض قیاسات علمیہ بیان کرنا اچھا نہیں معلوم ہوتا اور نہ ہماری یہ عادت ہے۔ لیکن چونکہ میں نے بہت الحاح و اصرار کیا۔ اس لئے ایک روز آپ تخت پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے تھے ایک عرصہ تک چادر اپنے روئے مبارک پر ڈالے رہے۔ بعد ازاں آپ نے چادر اُٹھا کر تبسم کیا۔ اور فرمایا کہ چونکہ تمہارا الحاح و اصرار اُس مسئلہ کی طرف بہت دیکھا گیا۔ اس لئے میں اس وقت اُس کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اس وقت اُس پر دوسری روشنی پڑی اور اس قدر کہ اگر تحریر کیا جائے تو پہلے سے بہتر و عمدہ اور واضح طریقہ میں بیان کیا جائیگا۔ چنانچہ آپ نے مجملاً اُسے بیان فرمایا۔ اور گو تفصیل نہیں کی تاہم تشفی خاطر ہو گئی +

ایک اَور وقت کا واقعہ ہے کہ بلدہ اجمیر شریف میں جناب مولانا شیخ نورالحق ابن شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی محبت حضرت یوسف علیہ السلام میں گرفتار ہونے کا سرّ دریافت کیا۔ کچھ دیر آپ خاموش رہے۔ بعدازاں آپ نے فرمایا کہ ہم انشاء اللہ عنقریب ہی بذریعہ کشف تفصیل سے اس کا بیان کرینگے +

جب شیخ موصوف تشریف لے گئے تو آپ نے اس خادم سے فرمایا کہ کئی ایک دوستوں نے اس مسئلہ کا سوال کیا ہے۔ لیکن چونکہ اب تک اس مسئلہ کا کشف نہیں کیا اس لئے بجز خاموشی کوئی چارہ نہ دیکھا۔ اور صرف مہارت علم و عرفان سے بیان کر دینا، میرا قاعدہ نہیں ہے۔ اب چونکہ انہوں نے مجھ سے سوال کیا۔ میری توجہ اس طرف معطوف ہو گئی۔ اور باب کشف اس مسئلہ کا روئے بصیرت کے سامنے کھلا ہوا نظر آتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تفصیل اس سرّ کی ظاہر ہو جائیگی +

اس کے دوسرے روز صبح کو آپ نے دوات قلم مانگا۔ اور فرمایا۔ آج بعد نماز تہجد اس سرّ کی تفصیل تمام کر دی۔ اور اب بعنایت حق سبحانہٗ دل سے زبان پر اور زبان سے قلم پر اور قلم سے کاغذ پر ظاہر ہوتا ہے +

اس کے بعد آپ تحریر میں مشغول ہو گئے اور بوستان صحیفہ کو رنگین کرنے لگے جب آپ نے جواب شیخ موصوف کے پاس بھیجدیا۔ تو ایک مخلص نے احقر سے بیان کیا کہ اس مکتوب میں حقائق بلند مرقوم ہوئے ہیں۔ اور آپ کے خصائص خاص برمز وایما اس میں درج ہوئے ہیں۔ اور شیخ موصوف امراؤ خوانین میں آمدورفت رکھتے ہیں مُبادا کہ شیخ موصوف آپ کے اس مکتوب کو انہیں سُنائیں اور زمانہ سابق کی طرح پھر قیل قال کا باب مفتوح ہو جائے +

مَیں نے اس کا ذکر آپ کی خدمت میں کیا فرمایا کونسی بات ہے جس کے افشاء کا دوستوں کو خطرہ ہے۔ مَیں نے عرض کیا قصہ تقیۃ الخل۔ آپ نے تبسم کیا اور مراقب ہو گئے۔ جب سر اُٹھایا تو یہ بیت زبان پر تھی ؎

یارب آں غنچۂ خنداں کہ سپردی بمنش
مے سپارم بتو از چشم حسود چمنش

بالجملہ آپ نے اس طرف توجہ نہیں کی اور بھروسہ حفظ الٰہی پر کر کے خاموش رہے +
چنانچہ وہ مکتوب اُن لوگوں کے درمیان شائع ہوا لیکن جس بات کا خطرہ تھا
ظہور میں نہیں آئی۔ اور یہ بھی آپ کے خوارق کے ہے +

بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ آپ کی تحریر و تقریر کا باعث حل کلام مشکل مغلق اکابر
تھا۔ اور خصوصاً وہ کلام جو بظاہر اصول دین سے چنداں موافقت نہ رکھتا۔ آپ اُس کی صحیح
تاویل بیان کرتے اور شریعت غرّا سے اُسے تطبیق دیتے۔ اور اگر کوئی صحیح تاویل نہ ہو سکتی
تو آپ اُس کی کمال تردید کرتے اور فرماتے کہ یہ کلام اُس غلبۂ سکر میں صادر ہوا ہے یا یہ کہ
اُس نے کشف میں خطا کھائی ہے۔ اور خطائے اجتہادی کی طرح مغفور ہے لیکن دوسروں
کو حق نہیں کہ اُس کے اس قول سے تمسک کر کے مجتہدین و محققین کے قول کے برخلاف
عمل کریں۔ اور اگر آپ مدعیان ناقص العلم و قاصر الکشف کو اُس کے مذکورہ بالا قول
کی تائید میں سرگرم دیکھتے تو آپ غایت جنون حمیت دین و کمال اتباع سید المرسلین
علیہ افضل الصلوات والسلام نہایت سختی سے منع کرتے۔ چنانچہ اسی قبیل سے آپ کا
وہ مکتوب ہے۔ جو آپ نے کلام سید الطائفہ (شاید حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ)
کہ جب حادث قدیم سے نزدیک ہوتا ہے اثر حادث باقی نہیں رہتا اور قدیم ہو جاتا ہے"
کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ پھر جب آپ کو فرط جنون متابعت سے افاقہ ہوتا۔ تو آپ
غایت محبت کے باعث بعض اوقات معذرت بھی کرتے۔ اور فرماتے کہ خود تشرع
بھی ایک قسم کا سکر قوی ہے۔ اور اُس کا اقتضا ہے کہ وہ اس کے برخلاف سر نہیں اُٹھانے
دیتا۔ دیکھو حضرت کلیم اللہ موسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خضر علیہ السلام کی رفاقت
میں جاتے ہوئے کہ تو دیا سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللہُ مِنَ الصَّابِرِیْنَ کہ اے خضر تم مجھے صابروں
سے پاؤ گے۔ لیکن جب اُنھوں نے حضرت خضر علیہ السلام کے اُن امور حقہ کا مشاہدہ کیا
جو انھوں نے بظاہر موافق شرع نہیں پائے تو صبر نہ کر سکے اور اعتراضات کرنے لگے
آخر کو حضرت خضر علیہ السلام کو کہنا پڑا۔ ھٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَ بَیْنِکَ اے موسےٰ اب یہاں
سے ہماری تمہاری جدائی ہوتی ہے +

نیز آپ نے فرمایا۔ ہر چند کہ ہم سراپا ان بزرگوں کے حقوق میں غرق ہیں اور
اُن کے خوشہ چینوں میں سے ہیں۔ لیکن کیا کرنا چاہیے کہ حقوق خداوندی فوق جمیع حقوق

خصوصاً وہ امور کہ ذات و صفات حق تعالےٰ اور اس کی تقدیس و تنزیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی قبیل سے آپ کی وہ تقریر ہے جو آپ نے اس مکتوب میں سیر ورائے نفسی و آفاقی کے متعلق تحریر فرمائی ہے ❖

اور اگر کوئی ایسا مسئلہ و معاملہ مسائل و معاملات اس طائفہ علیہ سے پیش آتا جو بظاہر شریعت سے موافقت نہیں رکھتا تو علماً و حالاً آپ اُس کی تاویل کرتے۔ اور جہاں تک ممکن ہوتا۔ اس کے اثبات کی کوشش کرتے اور بدلائل عقلیہ و نقلیہ و ذوقیہ ان بزرگوں کے علوِ حال و صدق مقال کو بیان کرتے ❖

چنانچہ توحید وجودی کو آپ نے کس قدر تحقیق سے بیان کیا ہے اور اُس کو بتاویل وحدت شہودی، شریعت غرا سے منطبق کیا ہے۔ ما کہ بعض علمائے بظاہر نے کہا ہو کہ یہ مسئلہ باطل ہے۔ آپ نے بجلالیت تمام فرمایا کہ باطل کو اس گروہ سے کیا سروکار۔ بات یہ ہے کہ جب انھوں نے اس مسئلہ میں دم مارا۔ تو اُس کی وجہ یہ ہے کہ مشاہدۂ حق نے اُن پر غلبہ کیا ہے۔ اور اُس کا بُطلان باطل ہے محبت حق میں وہ اپنے آپ کو اور غیر حق کو بھُول گئے۔ یہاں تک کہ اپنا اور غیر کا نام و نشان تک نہیں چھوڑا۔ یہ امر اُن سے بہت نزدیک ہے کہ باطل اُن سے دُور ہے اور علمائے ظاہر نے اُن کی حقیقت نہیں جانی اور اس لئے اُن سے مخالفت کی ❖

ایک اور مکتوب آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ بزرگان رشتۂ محبت الٰہی قوی رکھتے ہیں اور محبت ماسوائے کو مطلوب حقیقی کے فدا کرتے ہیں۔ لہٰذا ناچار بحکم المرء مع من احبّ از راہ معیت حُبّی مطلوب حقیقی کو پہنچتے ہیں۔ اور تنگنائے تجلیات و ظہورات سے جو منسوب بُطلان ہیں چھوٹ کر اصل سے جا ملتے ہیں۔ جس مقام تک کہ علم علمائے ظاہر پہنچتا ہے، یہ لوگ محبت کے قالب میں منجذب ہو کر خود پہنچتے ہیں۔ اور اتصال بیچونی پیدا کرتے ہیں۔ یہ فرق بوجہ محبت و عدم محبت پیدا ہوا ہے۔ جو شخص کہ محب ہے غیر محبوب سے الگ ہو کر محبوب سے جا ملتا ہے اور جو شخص محبت نہیں رکھتا صرف علم پر کفایت کرتا ہے اور اُسے غنیمت جانتا ہے۔ جو شخص واصل مطلوب کے ساتھ ہو معیت کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رہتا۔ کہ وصل کو نصیب ہوا ہو ❖

نیز اس ضمن میں کہ صوفیہ احکام اصُول و فروع میں مجتہدین کے تابع ہیں اور یہ

نہیں کہ وہ ان امُور میں اُن کے خلاف طریقہ اختیار کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ بعض ناقصین نے خیال کر لیا ہے +

اور نیز اس مسئلہ کے متعلق کہ کشف والہام اگرچہ مفید اسرارِ خفیہ ہے لیکن مثبت حلّت وحرمت شرعیہ نہیں جیسا کہ بعض جاہلوں نے تصور کر رکھا ہے" تحریر فرمایا ہے کہ معتبر احکام شرعیہ میں کتاب وسنت وقیاس مجتہدین اور اجماع اُمّت ہے۔ یہی چار اوّ مثبت احکام ہیں۔ ان کے سوا اور کوئی دلیل مثبت احکام شرعیہ نہیں ہو سکتی۔ غرض ارباب ولایت خاصہ بھی تقلید مجتہدین میں عامّہ مومنین کے برابر ہیں۔ اور اُن کا کشف والہام اس باب میں کچھ مفید نہیں +

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ حضرت بسطامی رحمۃ اللہ علیہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ وغیرہ تمام اولیائے اُمّت نے مسائل اجتہادیہ میں آئمہ مجتہدین ہی کی تقلید کی ہے اور انہیں کے تابع رہے ہیں۔ ہاں ان بزرگوں کو ایک دوسری فضیلت حاصل ہے وہ یہ کہ ارباب کشف ومجاہدہ ہیں۔ اور ارباب تجلیات وظہورات ہیں کہ بواسطہ غلبہ محبت محبوب حقیقی جل سُلطانہٗ ماسوائے اوتعالےٰ سے الگ ہو کر دید ودانش غیر وغیرّیت سے آزاد ہو گئے ہیں۔ اگر حاصل رکھتے ہیں تو اسی کو رکھتے ہیں اور اگر واصل ہیں تو اسی سے۔ عالم میں بیعالم ہیں اور باخود بیخود ہیں۔ اگر زندہ ہیں اُسی کے لئے زندہ ہیں۔ اُن کے مُبتدی بھی بواسطہ غلبہ محبت ذراتِ عالم میں سے ہر ذرہ میں مطلوب کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ہر ذرہ کو جامع جمیع کمالات اسمائیہ وصفاتیہ جانتے ہیں۔ اور اُن کے منتہی کیا نشان دیں کہ بے نشان ہیں۔ اُن کا پہلا قدم نسیان ماسوا ہے اور دوسرا قدم بیرون آفاق وانفس ہے۔ اُن کا الہام راست اور اُن کا کلام اُن کے ساتھ ہے۔ اُن کے اکابر الاکابر علوم واسرار بلا توسط اصل سے اخذ کرتے ہیں۔ اور جس طرح مجتہدین کہ اپنے اجتہاد کے تابع ہیں، اسی طرح وہ بھی معارف ومواجید میں اپنے الہام وفراست کے تابع ہیں +

اور یہ جو حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ اکثر علوم لدنی بتوسط روحانیت حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام حاصل ہوتا ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نسبت توسّط ابتدا کے ساتھ منسوب ہوگی۔ کما یشہد بالکشف الصّریح +

چنانچہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک روز بر سر منبر معارف و اسرار کا بیان کر رہے تھے کہ اس اثنا میں حضرت خضر علیہ السلام کا وہاں سے گذر ہوا۔ فرمایا اے اسرائیلی آؤ محمدی کا کلام بھی سنو۔ شیخ کی اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ وہ محمدیوں سے نہیں بلکہ ملل سابقہ میں سے ہے۔ پس معلوم ہوا کہ علوم و معارف ماورائے احکام شرعیہ ہیں اور مخصوص با مراد اللہ ہیں۔ بہت سے معارف ثمرات و نتائج احکام ہیں۔ درخت ہونے سے مقصود ثمرات ہوتے ہیں۔ جب تک درخت موجود رہتا ہے ثمرات نکلتے رہتے ہیں۔ اور جس قدر درخت کی دیکھ بھال کیجاتی ہے، زیادہ اور عمدہ پھل دیتا ہے۔ اور جب درخت ہی نہ رہا تو ثمرات کی توقع فضول ہے۔ جب مقصود درخت سے ثمر ہوئے تو اب متشرع اور غیر متشرع کے معاملہ کو اس پر قیاس کرنا چاہئے۔ جو ملتزم شریعت ہی صاحب معرفت ہے جس قدر التزام زیادہ ہوگا، اُسی قدر معرفت زیادہ ہوگی۔ اور مداہن شریعت معرفت سے بے نصیب ہے۔ اور بالفرض اگر بزعم خود کچھ رکھتا بھی ہے وہ درحقیقت کچھ نہیں بلکہ استدراج محض ہے جس میں جوگی و برہمن بھی اس کے ساتھ شرکت رکھتے ہیں۔ اس لئے کہا گیا ہے کل حقیقۃ ردّتہ الشریعۃ فھی زندقۃ والحاد جو حقیقت کہ شریعت اُس کا انکار کرے زندیقیت اور الحاد یعنی بیدینی ہے +

پس جائز ہے کہ خواص اہل اللہ ذات و صفات اور افعال حق سبحانہٗ کے بعض اسرار و دقائق کو فہم کر سکیں، جن سے شریعت ساکت ہے +

اسی طرح جائز ہے کہ وہ بعض حرکات و سکنات اور افعال میں اذن و عدم اذن حاصل کریں اور مرضی و غیر مرضی حق سبحانہٗ و تعالےٰ کو جان لیں +

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض عبادت نافلہ کو غیر مرضی پا کر ترک کرتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نوم کو تیقظ پر ترجیح دیتے ہیں۔ احکام شرعیہ موقت باوقات ہیں (کیونکہ وحی جلی و خفی یعنی کتاب و سنت سے ثابت ہو) اور سب کو شامل ہیں یعنی جمیع اُمت اُن پر مکلف ہے اور کوئی اُس سے مستثنےٰ نہیں، اور احکام الہامیہ ہمہ وقت ثابت ہے اور مخصوص بذوات و اشخاص ہے۔ برخلاف کشف شرعی و اجتہادی کے، کیونکہ وہ سب کو شامل ہے اور احکام شرعیہ میں داخل ہے اور نظیر اس کی قتال مرتدین

ومنکرین زکوٰۃ ہے جو حضرت صدیق رضی اللہ تعالٰے عنہ پر کشف ہوا) ۔

جب ان بزرگواروں کے حرکات سکنات مربوط باذن الٰہی ہیں۔ تو ضروری ہوا کہ دوسروں کے نوافل ان کے فرائض ہوں۔ مثلاً ایک فعل بنسبت ایک شخص کے بحکم شریعت نفل ہے اور دوسرے شخص کی نسبت بحکم الہام فرض ہو (لیکن ظاہر شریعت میں وہ نفل ہی کے نام سے موسوم ہوگا) پس دوسرے لوگ کبھی نوافل ادا کرتے ہیں اور کبھی امور مباح اختیار کرتے ہیں۔ اور یہ بزرگوار چونکہ اپنے کام کو بامر و اذن الٰہی موقوف رکھتے ہیں۔ گویا تمام فرائض ہی فرائض ادا کرتے ہیں۔ یہاں سے ان بزرگوں کی علو شان ظاہر ہے ۔

علمائے ظاہری امور دینیہ و اخبار غیبیہ کو انبیا علیہم الصلٰوۃ والسلام سے مخصوص جانتے ہیں۔ اور دوسروں کو اس میں دخل نہیں دیتے اور یہ بات منافی وراثت اور بہت سے علوم و معارف صحیحہ کی نفی کرتی ہے۔ جو دین متین سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہاں احکام شرعیہ اور ادلہ اربعہ سے مربوط ہیں کہ الہام کو ان میں مطلق دخل نہیں لیکن امور دینیہ ماورائے احکام شرعیہ بہت ہیں۔ کہ اصل خاص ان میں الہام ہے۔ بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ بعد کتاب وسنت کے اصل ثالث الہام ہے۔ تا انقراض عالم باقی و پائندہ ہے۔ پس دوسروں کو ان بزرگوں سے کیا نسبت۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ عبادت کرتے ہیں اور وہ عبادت غیر مرضی ہوتی ہے۔ اور بعض وقت یہ بزرگ ترک عبادت کرتے ہیں اور ان کا یہ ترک مرضی حق ہوتا ہے۔ لیکن عوام اس کے برخلاف حاکم ہیں ۔

اب اس جگہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ جب کتاب وسنت سے دین مکمل ہو چکا، تو اب مکمل ہو جانے کے بعد الہام کی کیا احتیاج باقی رہی۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ الہام مظہر کمالات خفیہ ہے نہ مثبت کمالات زائدہ کتاب وسنت پس جس طرح اجتہاد مظہر احکام ہے، الہام مظہر دقائق و اسرار ہے کہ فہم اکثر ان سے کوتاہ ہے۔ ہر چند کہ اجتہاد و الہام میں فرق واضح ہے کیونکہ اجتہاد مستند بہ رائے ہے اور الہام مستند بخالق ہے۔ پس الہام میں ایک قسم کی اصالت پیدا ہو گئی کہ اجتہاد میں نہیں ہے۔ الہام مشبیہ باعلام نبی ہے کہ ماخوذ کتاب وسنت سے ہے۔ لیکن الہام ظنی

ہے اور اجتہاد اعلام قطعی ہے۔ ربنا اتنا من لدنک رحمۃ وھیئ لنا من امرنا رشدا
علی من اتبع الھدیٰ انتھے کلامہ الشریف فی حق اولیاء ✦
مطلب ان فقرات لائقہ کے لانے سے یہ ہے کہ آپ سراپا محبت اولیاء اللہ
میں غرق تھے اور ہمیشہ اُن کی مدح و تعریف کیا کرتے تھے۔ اور جو کہا ہے کہ آپ نے
اُن کے بعض کشف و الہام کے متعلق گفتگو کی ہے وہ حکمت و نیک نیتی اور آپ کے کشف
ومشاہدہ پر مبنی ہے ✦
بالجملہ اگر کوئی شخص آپ کے علو حال، کثرت معرفت اور کثرت علم و عمل اور
آپ کے اتباع سنت پر تامل کرے تو وہ معلوم کر سکتا ہے کہ آپ کو یہ حق حاصل تھا
کہ اپنے اجتہادات کشفیۃ الہامیہ کے باعث بعض کلمات مشائخ میں توقف کرتے۔
یا اُن کے خلاف ارشادات کرتے۔ اور اس سے قائل کے کلام کی نفی لازم نہیں آتی
اور نہ اس سے کسی قسم کا انکار لازم آتا ہے ✦
چنانچہ دیکھو شیخ علاء الدولہ سمنانی نے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی
کے بعض مسائل کی تردید کی ہے۔ باوجودیکہ اُنہوں نے شیخ کو عارف سبحانی کہا ہے
اور اپنی تصنیفات میں بہت کچھ اُن کی علو شان بیان کی ہے۔ اہل علم کے احوال
فیمابین یہ ہوتے ہیں ✦
اسی طرح تلمیذ جب درجۂ احتیاط کو پہنچتا ہے اپنی رائے کی متابعت کرتا ہے اور
اس میں اُس کے اُستاد کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اکثر تلامذہ نے
باوجود کمال ادب کے بہت سے مسائل کی دریافت حقیقت کرتے ہوئے اپنے
اساتذہ سے مباحثات و مناظرات بھی کئے ہیں۔ اور بعض بعض مسائل میں اُن سے
اختلاف بھی کیا ہے۔ اور ان کا اختلاف اہل علم کے نزدیک محمود ہے نہ مذموم ✦
چنانچہ امام یوسف نے حضرت امام اعظم سے چھ ماہ تک مناظرہ کیا۔ اس کے
علاوہ اور بھی بہت سے مسائل میں آپ سے اختلاف کیا اور اسی کے مطابق فتوے
دیا۔ جیسا کہ اہل علم پر یہ امر مخفی نہیں ✦
یہی حال مرتبہ اکمال و ارشاد اور عرفان کا بھی ہے لیکن ناقص المعرفت کو یہ
حق نہیں کہ وہ بھی اسی طرح اختلاف کر بیٹھے ✦

بعض فضلاے وقت نے آپ سے التماس کیا۔ آپ کتاب عوارف المعارف کی شرح لکھیں۔ چنانچہ جب دوستوں نے بہت اصرار کیا۔ تو آپ نے خادم کو اُس کے پڑھنے کے لئے فرمایا۔ اور اس تقریب میں آپ نے اُس کی شرح لکھنی شروع کی اور اس طرح سے عربی زبان میں اُس کے ایک حصہ کی نہایت فصیح و بلیغ شرح طیار ہونے پائی تھی کہ آپ نے فرمایا کہ بس اسی قدر کافی ہے۔ اور اب میں بس کرتا ہوں۔ مبادا کہ ادکا داو راد کی تحقیقات و تدقیقات میں بوجہ اُن کی علو شان کے کوئی ایسی بات قلم سے نکلجاے۔ شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین کے کمال رعایت ادب کے خلاف حالانکہ میں اُن بزرگواروں کے کمترین مخلصین میں سے ہوں۔ الحاصل آپ بزرگان دین کا کمال ادب کرتے تھے +

چنانچہ حسن برکی جو ایک فاضل شخص ارباب حال اور آپ کے مخلصین اجازت یافتوں میں سے ہے۔ صوفیہ صافیہ رحمہم اللہ کے ایک مسئلہ میں آپ سے جھگڑ رہے تھے۔ آپ نے تمام رنجش اُنہیں کہیجا کہ تمہارا یہ جھگڑنا بالکل بیجا اور ناز یبا ہے۔ چنانچہ مشارٌ الیہ موصوف کے حالات میں یہ قصہ بیان کیا جائیگا انشاء اللہ تعالےٰ +

اسی طرح اگر بعض بدعتی صوفی یا بعض امرا یا دنیادار عالم آپ سے اس گروہ کے متعلق کچھ سوال کرتے۔ تو آپ اُن کے جواب میں صرف یہی فرما دیتے کہ ان امور کی تحقیق کتب قوم میں مرقوم ہے، وہاں دیکھنا چاہئے۔ اور کبھی بالاختصار کچھ دو چار کلمات بیان کر دیتے +

ایک روز ایک امیر نے ایک مجلس میں آپ سے سوال کیا کہ متصوفین جو عالم کو نمود بے بود کہتے ہیں، عجیب بات ہے۔ کیونکہ اس سے تو عذاب، ثواب، دوزخ جنت اور لذت و نعمت سب نمود بے بود ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ سب عالم میں داخل ہیں۔ آپ نے سائل اور اہل مجلس کو اس مسئلہ کی تفصیل کا اہل نہ دیکھ کر اُس کی تفصیل سے سکوت اختیار کیا۔ لیکن چونکہ اُس کے فحواے سوال سے آپ کو رفع قیود شرعیہ کی طرف اُس کی رغبت دریافت ہوئی تھی۔ اس لئے آپ نے اُس کے جواب میں فرمایا کہ یہ لذت دنیویہ جس پر تم فریفتہ ہو رہے ہو اور بشوق تمام اُس کے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ اور اُس کے زوال کے سخت ہراساں ہو اور دنیوی تکالیف یہ جو تم دیکھ رہے ہو

اور بصد حیلہ وبہانہ اُس سے بچنے کی کوشش کرتے ہو۔ اور اگر ذرا سا بھی کانٹا لگ جاوے تو کس قدر تکلیف پاتے ہو۔ یہی لذات وحظوظ بہشت میں ہونگے۔ اور یہی عذاب و تکالیف دوزخ میں ہونگے، اور اشد وابقےٰ ہونگے۔ پھر جب ایسی لذات جو تمام تر اور ابدی ہیں اُن کے حاصل کرنے میں کوشش بلیغ کرتے ہو۔ اور اسی طرح اُن عذابوں اور تکالیف سے جو سخت تر اور ہمیشہ پائندہ ہیں، جس طرح بھی ممکن ہو، بچنے کی کوشش کرتے رہو۔ خواہ اُن کی بود حقیقی ہو یا بود بے نمود +

اسی طرح قریب وبعید کے لوگ آپ کے پاس سوالات بھیجا کرتے تھے اگر آپ سائل کو جواب کا اہل نہ دیکھتے تو سوال کے جواب میں خاموشی اختیار کرتے۔ لیکن کبھی آپ اس کے جواب دینے پر بھی مامور ہوتے تھے۔ اور جنہیں آپ جواب کا اہل پاتے تو خواہ بہ تفصیل و اجمال کلماتِ چند تحریر فرما دیتے۔ باوجود کثرت خاموشی کے آپ کے یہ تمام مکتوبات اسی طرح لکھے گئے ہیں +

اور ابتدا آپ کے مکتوبات لکھنے کی بامر و اشارہ آپ کے پیر بزرگوار اور نیز بامر ارواح طیبہ عارفین ہوئی۔ بلکہ بعض معارف میں آپ نے جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی تحسین مشاہدہ کی۔ چنانچہ آپ نے اپنے پیر بزرگوار کے ایک عریضہ میں اس امر کی تصریح بھی کی ہے۔ وہو ہذا :-

در کشف ہر یک از مقدمہ مذکورہ بمقتضاے وقت مسودہ کردہ شد بعضے متممات و مکملات آں علوم مسطورہ نیز مخطور شدہ بود و فرصت تحریر آنہا دو شد کہ حال عرض داشت راہی شد انشاء اللہ تبارک و تعالےٰ متعاقب بخدمت خواہد فرستاد۔ الحال رسالہ دیگر بہ بیاض رسیدہ بود فرستادہ آں رسالہ بالتماس بعضے یاراں میسر شدہ کہ التماس نمودند کہ نصائح بنویس کہ در طریق نافع بود و بمقتضاے آں زندگانی کردہ شود۔ الحق رسالہ غیر مکرر کثیر البرکت است بعد از تحریر آں چناں معلوم شد کہ حضرت رسالت خاتمت علیہ السلام والصلوٰۃ والتحیۃ با جمع کثیر از مشائخ امت خود حاضر اند و ہمیں رسالہ را در دست مبارک خود دارند و از کمال کرم خویش آں را بوسہ میکنند و بمشائخ مینمایند و جماعہ کہ بایں علوم مستعد گشتہ بود نورانی و ممتاز اند و عزیز الوجود رو بروے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ایستادہ

والقصۃ بطولہا در ہماں مجلس باشاعت ایں واقعہ را امر فرمودند ع
بر کریماں کارہا دشوار نیست

انتہیٰ کلامہ العالی +

چونکہ آپ کو بوراثت آپ کے جدِ معظم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ محدثیت بفتح دال سے نصیب وافر ملا تھا جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا۔ لہٰذا یا سرار و معارف اُس محدثیت پر مبنی ہیں۔ اور شاہد اس امر کا وہ قصہ ہے جو راقم الحروف نے دفتر ثالث کے دیباچہ میں تحریر کیا ہے۔ خلاصہ اُس کا یہ ہے کہ مکتوبات دفتر اول کے غایت انکسار کے باعث و دید قصور احوال آپ کی خاطر شریف پر گذرے کہ یہ جو کچھ معارف و اسرار میں نے تحریر کئے ہیں آیا مقبول و مرضی حق سبحانہٗ ہوتے ہیں یا نہیں۔ اس خیال کے گذرتے ہی آپ کو ندا پہنچی کہ جو معارف تم نے تحریر کئے ہیں ہمارے نزدیک مقبول و پسندیدہ ہیں۔ اس کے بعد الہام ہوا کہ یہ سب لکھا ہوا بلکہ جو کچھ کہ تمہاری گفتگو میں آیا ہے سب مقبول و پسندیدہ ہے۔ بلکہ سب ہم نے کہا اور ہمارا بیان ہے +

اس کے بعد آپ دفتر ثالث کے تحریر مکتوبات میں مشغول ہوئے۔ اور دفتر اول کے ۳۱۰ مکتوب کے اخیر میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ اُمید ہے یہ معارف الہامات رحمانی ہونگے اور اُن میں وساوس شیطانی کا ذرا بھی شائبہ نہ ہوگا +

دلیل اس امر کی یہ ہے کہ جب میں ان مکتوبات کو لکھنے لگا اور بارگاہ الٰہی میں ملتجی ہوا۔ تو مَیں نے دیکھا کہ ملائکہ کرام علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام اردگرد سے شیطان کو دفع کر رہے تھے اور قریب نہیں آنے دیتے تھے۔ چونکہ ان نعمتوں کا اظہار کرنا بھی محامدِ الٰہی سے ہے۔ لہٰذا اس نعمت کا اظہار کیا گیا +

اب جناب باری عزّ اسمہٗ سے التجا یہ ہے کہ عُجب سے بیزار رکھے۔ اور کیونکر عُجب کی گنجائش ہو سکتی ہے کہ بعنایت حق سبحانہٗ و تعالیٰ اپنا نقص اور شرارت ذاتی ہر وقت آنکھوں کے سامنے ہے اور کمالات اُسی کی ذات پاک سے منسوب ہیں +

نیز آپ کے کثرت علم و علو شان کی دو وجہ اور بھی ہیں۔ ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کو مجتہد علم کلام فرمانا۔ اور دوسرے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا فرمانا کہ مَیں تمہیں علم سموات سکھلانے آیا ہوں۔ اور ایک وجہ یہ بھی ہے اور وہ ان سے بھی

عجیب تر ہے وہ یہ کہ آپ کے ایک مخلص نے راقم الحروف سے بیان کیا کہ آپ نے ایک دفعہ بیان فرمایا کہ مجھ پر ایسا ظاہر ہوا ہے کہ ہمارے مکتوبات امام آخرالزمان حضرت مہدی علیہ السلام کی نظر مبارک سے گذرینگے اور مقبول نظر ہونگے ہے

بر لوح شب و روز ازاں مے پیچم
تا بود کہ یکے نا دہ بگوش تو رسد

دوسری وجہ ان نعمتوں کے اظہار کی یہ ہے کہ اہل طلب و ارادات کو ترغیب و تشویق ہو +

آپ نے اپنے مکتوبات میں ان امور کی تصریح بھی کی ہے چنانچہ کہ "مقصود اس تحریر سے اظہار نعمت حق سبحانہ اور ترغیب و تشویق طالبان طریقت نہ تفصیل خود بر دیگراں معرفت اللہ عزوجل اُس شخص پر حرام ہے کہ اپنے آپ کو کافر سے بھی بہتر جانے۔ تو پھر اب اکابر دین سے بہتر جاننا کیا معنی ہے

وے چوں شما بر داشتا از خاک | سز د گر بگذ رانم سر ز افلاک
اگر بر روید از تن صد زبانم | چو سوسن شکر لطفش کے توانم

نیز آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ارباب توحید وہ ہیں کہ ضمن شہود میں اضمحلال و استہلاک بروجہ اتم پیدا کرتے ہیں۔ اور ہمت اُن کی ضمن شہود میں مضمحل و معدوم ہو جاتی ہے۔ اور اُن کے لوازم وجود کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور رجوع انا کو اپنے اوپر کفر جانتے ہیں۔ انہیں میں سے بعض نے فرمایا ہے کہ اشتہی عدما لا اعود ابدًا کہ میں وہ عدم چاہتا ہوں کہ پھر نہ عود کروں۔ اُن کا وجود معدوم ہو جاتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں، جو مقتول محبت الٰہی ہیں۔ من قتلتہ محبتی فانا دیتہ جسے میری محبت نے قتل کیا اس کی دیت میں ہوں۔ وہ ہمیشہ زیر بار وجود ہیں اور لمحہ بھر کے لیے اسائش نہیں رکھتے کیونکہ آسائش غفلت میں ہوتی ہے اور دوام استہلاک میں غفلت کی گنجائش نہیں +

شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھے ایک ساعت کے لئے بھی غافل کرے تو اُمید ہے اُس کے گناہ بخشے جائینگے۔ کیونکہ وجود بشریت کے لئے ضروری ہے اس لئے اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہر ایک کو حسب استعداد ایسے امور میں مشغول کیا ہے جو مستلزم غفلت ہیں تاکہ فی الجملہ بار وجود میں تخفیف ہو۔ کسی کو سماع

ورقص کی الفت دی، کسی کو تصنیف و تالیف اور تحریر معارف کی طرف راغب کیا اور کسی کو مباحثہ و مناظرہ میں مشغول کیا ہے

ہر کسے را بہر کارے ساختند   میل او اندر دلش انداختند

عبدالرحیم اصطخری سگبانوں کے ساتھ صحرا جایا کرتے تھے۔ ایک دوست نے اُن سے ان کی وجہ پوچھی کہا تاکہ بار وجود سے خلاصی ہو۔ انتہیٰ کلامہ الشریف +

آپ کے مکاتیب دیکھنے والوں پر مخفی نہیں کہ آپ کے معارف میں کچھ اور ہی رفعت و اوقیت اور نازکی ہے +

ایک روز آپ نے فرمایا کہ جو شخص علوم ظاہری معقول و منقول سے پوری طرح واقف نہ ہو اور بالخصوص اس گروہ علیہ اور خاص کر حقائق شیخ اکبر محی الدین ابن عربی سے اطلاع تام نہ رکھتا ہو، ہمارے معارف کی قدر نہیں کر سکتا اور اُس کی نازکی کو نہیں پہنچ سکتا ہے

در نیابد حال پختہ ہیچ خام   پس سخن کوتاہ باید والسلام

آپ کے مرقومات متبرکات سے مبدا و معاد کے تین فقرات عالیہ۔ فقرات شریفہ معارف لدنیہ و رسالہ جذب و سلوک و رسالہ مکاشفات غیبیہ و رسالہ شرح رباعیات حضرت خواجہ باقی باللہ طاب ثراہ و رسالہ تہلیلیہ و رسالہ رد شیعہ اور تعلیقات عوارف وغیرہ ہیں۔ اور آپ کے مکتوبات کے تین دفتر ان کے علاوہ ہیں۔ دفتر اول مشتمل ہے ۲۰ عرائض اور ۱۹۲ مکتوبات پر اور ان دونوں کی تعداد مل کر ۳۱۲ ہوتی ہے +

آپ کے جملہ خوارق میں سے ایک یہ ہے کہ فقیر کی آرزو تھی کہ ایک رقیمہ آپ اس عاجز کے نام تحریر فرمائیں اور وہ اس دفتر کے خاتمہ میں درج کیا جائے۔ اس لئے کہ فقیر آپ کے کمترین مخلصوں میں سے ہے۔ چنانچہ جب خادم برہانپور رہتا تھا۔ آپ نے ایک رقیمہ تحریر فرمایا اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ اس دفتر کو مطابق تعداد رسل و اصحاب جنگ بدر فلاں مکتوب پر جو فلاں شخص کے نام ہے ختم کریں۔ فحصل مرادی بکرامتہ +

چونکہ بندہ نے اس دفتر کی تاریخ اختتام **درالمعرفۃ** نکالی تھی۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ اس دفتر کو اسی نام سے موسوم کریں +

اور دفتر ثانی بتعداد اسمائے حسنےٰ مشتمل ہے ۹۹ مکتوبات پر اور دفتر سوم مطابق سورتہائے قرآنیہ مشتمل ۱۱۴ مکتوبات پر ہے +

دفتر ثالث کے اختتام کے بعد دفتر چہارم لکھنا شروع کیا۔ اور ہنوز نوبت ۱۴ مکتوبات پر پہنچی تھی کہ آپ نے اپنے روئے مبارک پر اس عالم بالا کا نقاب ڈال لیا۔ قدس اللہ سرہٗ و نوّر مضجعہ بحرمت سید البشر علیہ و علےٰ آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والسلام الیٰ یوم المحشر +

اس لئے مجبوراً ان ۱۴ مکتوبات کو بھی جلد ثالث میں شامل کرنا پڑا۔ اس کے بعد میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ کے فقرات ثلٰثہ پر جو آپ کے تحریر فرمائے ہوئے ہیں آپ کے حالات ختم کروں +

فقرۂ اولےٰ

ایک مکتوب میں آپ نے اپنے ایک پیر بھائی متردد الاخلاص کے جواب میں جو طالب کرامت تھا، تحریر فرمایا کہ علوم و معارف الہامیہ اعظم آیات اور اعلےٰ خوارق سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معجزہ قرآنی تمام معجزات سے اقویٰ و ابقےٰ ہے۔ آپ غور کریں کہ یہ تمام علوم و معارف ابر رحمت کی طرح اُمڈے ہوئے چلے آتے ہیں۔ اصل اُن کی کہاں سے ہے۔ اور باوجود اس کثرت کے تماماً علوم شرعیہ کے موافق ہیں اور سر مو سنت نبویہ علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے مخالفت نہیں رکھتے۔ کیا یہ خصوصیت اُن کی صحت علامت نہیں +

آپ نے اُنہیں یہ بھی لکھا تھا کہ تمہارے علوم تمام صحیح ہیں مگر کیا فائدہ کہ حضرت خواجہ صاحب کا قول تمہارے نزدیک حجت نہیں، حالانکہ تم نے اپنا نام پیر پرست رکھا ہوا ہے +

فقرۂ ثانیہ

ایک مکتوب میں طریقت کا بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالےٰ نے اس طریق کے ساتھ اس فقیر کو ممتاز کیا ہے کہ بدایت سے لیکر نہایت تک اس کی

نسبت و بُنیاد نقشبندیہ سے ہے جس کی نہایت بدایت میں مندرج ہے۔ اس بُنیاد پر اس طریق کی تعمیر کرنی شروع کی ہے۔ اگر یہ بُنیاد نہ ہوتی معاملہ اس انتہا کو نہ پہنچتا۔ یہ وہ طریق ہے جس کا تخم بخارا اور سمرقند سے لاکر زمین ہند میں بویا۔ جہاں بطحا و یثرب کی باران رحمت پڑ چکی تھی۔ پھر اُس تخم کو سالہا سال تک آپ فضل وکرم سے سیراب کیا اور تربیت احسان سے اُس کی تربیت کی۔ پھر جب اُس کا پودہ بڑھ کر درخت کامل ہوگیا۔ تو ان معارف کے ثمرات سے اُسے بار آور کیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا وَ مَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ +

فقرہ ثالثہ

اُن معارف وعلوم میں جو احوال ومواجید کا آئینہ ہیں اگر کہیں تناقض مفہوم ہو اُسے اختلاف اوقات واوضاع پر محمول کرنا چاہئے۔ کیونکہ ہر وقت کے احوال ومواجید علیحدہ ہوتے ہیں اور ہر مقام پر علوم ومعارف جدا ہوتے ہیں۔ لیکن درحقیقت کوئی تناقض نہیں ہوتا ہے۔ اور اس کی مثال احکام شرعیہ کی مانند ہے کہ بعد نسخ وتبدیل احکام تناقض معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جب اختلاف اوقات اوضاع پر نظر کی جاتی ہے وہ تناقض واختلاف رفع ہوجاتا ہے وللہ سُبحانہ حکم ومصالح فلا تکن من الممترین انتہے کلامہ الشریف +

علاوہ ازیں آپ کے اور بہت سے اسرار ومعارف جو اس خادم نے آپ کی زبان مبارک سے سُنے ہیں اس قدر ہیں کہ اُن کے لکھنے کے لئے ایک علیحدہ کتاب چاہیے۔ تاہم اُن کا عشر عشیر ہفت برکتوں کے نام سے موسوم کرکے اسی جگہ ہی لکھا جاتا ہے اور باقی کی تحریر کے لئے وقت وفرصت کا منتظر ہوں۔ دیکھئے کب اُن کے لکھنے کا موقع ملتا ہے +

ہفت برکات

ا

عشق معشوقاں نہان است وستیر عشق عاشق با دو صد طبل ونفیر

عشق معشوقاں نہان است و ستیر ... عشق عاشق با دو صد طبل و نفیر

ایک شب کو آپ نے حضرت مولنا روم کی مذکورہ بالا بیتیں پڑھ کر فرمایا کہ عشق معشوقاں کو بلحاظ علو مرتبت کے عشق عاشقاں سے کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ عشق معشوقاں ذات عاشق سے متعلق ہے۔ بدون اس کے کہ صفات عاشق سے کوئی صفت بھی معشوق کو ملحوظ ہو۔ اور عشق عاشق میں صفات معشوق ملحوظ ہوتی ہیں۔ مگر ایک عرصہ کے بعد غلبۂ عشق صفات معشوق سے تجاوز کر کے اس کی ذات تک پہنچاتا ہے اور اب اس کی محبت ذاتی ہو جاتی ہے اور معشوق کی محبت میں عاشق کے ساتھ ایک دخاص) نسبت پیدا کرتا ہے ✦

جیسا کہ مجنوں عامری کے آخری زمانہ میں نقل کیا گیا ہے ورنہ ابتدا اور توسط میں عاشق کو صفات معشوق مد نظر ہوتی ہیں۔ مثلاً چہرہ کی صفائی اور اس کی ملاحت اس کا قد و قامت۔ اس کے ناز و انداز۔ اس کا تبسم۔ اس کی خوش کلامی۔ اس کی آنکھ۔ ناک۔ اس کی جبین و ابرو۔ اس کی زلفیں۔ اس کے گیسو وغیرہ۔ لیکن معشوق کے عشق میں ان صفات میں سے کوئی صفت بھی اُسے ملحوظ نہیں ہوتی ✦

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ عشق صفات کے لئے بے چینی و بے آرامی ضرور ہے۔ اس لئے عاشق کا عشق دو صد طبل و نفیر کے ساتھ اعلان کرتا ہے۔ اور عشق ذات موجب آرام و تمکین ہے اور زاری عاشق اور فربہی معشوق کی یہی وجہ ہے۔ اس لئے معشوق کا عشق نہاں و پوشیدہ ہوتا ہے اور محبت ذاتیہ کی طرف مشیر ہوتا ہے۔ لان الذات اخفی من الصفات وادق منہا کیونکہ ذات صفات کی صفات خفی و نہاں ہوتی ہے۔ خادم نے عرض کیا کہ کیا معشوق کو یہ ملحوظ نہیں ہوتا ہے کہ عاشق میرا محبوب اس لئے ہے کہ وہ میری محبت میں گرفتار ہے۔ فرمایا، ملاحظات بھی مفقود ہو جاتی ہیں اور محبت معشوق بے کیف ظاہر ہوتی ہے۔ انتہٰے کلامہ الشریف ✦

آپ کا یہ بیان رمز تھا جو آیہ کریمہ یحبہم ویحبونہ سے تعلق رکھتا ہے۔ فہم من فہم ✦

ب ۲

ایک روز ایک درویش نے عرض کیا کہ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ

شیخ ابو الحسن خرقانی نے فرمایا کہ ہر ایک شے میں رحمت ہے مگر محبت میں نہیں۔ کیونکہ قتل کرتے ہیں، اور مقتول سے دیت چاہتے ہیں"۔ اس کلام کے کیا معنی ہونگے آپ تخت پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔ سُنتے ہی باضطراب تمام اُتر پڑے اور مراقبہ کیا۔ اور پھر حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ کلام عارف کے زوال عین واثر کا نشان دیتا ہے۔ صاحب اس حال تھے جو اس کلام کے ساتھ لب کشائی کی ہے۔ باوجودیکہ ہر وقت معشوق سے اُسے رحمت پر رحمت پہنچتی ہے۔ لیکن غریب عاشق فرط تعشق بقا بمعشوق کے باعث اُسے رحمت نہیں جانتا ہے۔ کیونکہ جس وقت کشتۂ محبت کہ معشوق سے دور تھا تو خبر مسکن و مقام محبوب اُس کے لئے رحمت تھا۔ مگر یہ رویت محبوب کو رحمت جانتا تھا۔ اس لئے اس خبر کو اس نے رحمت نہ جانا۔ یہ قرب کو رحمت جانتا تھا، لیکن جب قریب ہوا۔ تو اب مشاہدہ کو رحمت جاننے لگا۔ اور قرب کو عدم اور جب مشاہدہ ہوا تو ہم آغوشی محبوب کو رحمت جاننے لگا۔ اور صرف مشاہدہ کو عدم رحمت۔ پھر جب محبوب سے ہم آغوش ہوا۔ تو اب بھی وہی حال ہے کہ مستسقی کی طرح سیر تو ہوتا نہیں۔ اسے بھی عدم رحمت سمجھنے لگا اور رحمت عین محبوب ہونے کو سمجھنے لگا۔ جب برحمتِ محبوب یہ بھی حاصل ہوا تو ابھی کچھ اور مراتب باقی تھے اُسے رحمت سمجھنے لگا۔ اور جو کچھ حاصل ہے اُسے عدم رحمت۔ اور یہ جو آپ نے کہا کہ مقتول سے دیت چاہتے ہیں۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس نے اپنی دانست میں اپنے آپ کو کشتۂ عشق پاکر مواخذہ کو کہ جس کے آثار اس دار فانی میں پائے جاتے ہیں دیت سمجھ کر تعبیر کرتا ہے جو کچھ کہ کرتا ہے۔ لیکن یہ نہیں سمجھتا کہ ہر مرتبہ میں اُس کا قتل اتمام کو نہیں پہنچا۔ اور رمق باقی رہگئی تھی۔ قتل دوم کے بعد جب اُس رمق کا ازالہ ہو گیا تو قاتل کی نظر میں ایک اور دقیق تر باقی رہگئی اور اُس کے دفع کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس جگہ قاتل کے مقتول سے دیت طلب کرنے کے معنی یہ ہیں کہ مقتول خود کو بتمامہ قاتل کے سپرد کر دے۔ اور ہرگز قاتل سے دیت کا مطالبہ نہ کرے۔ نہیں معلوم کہ اُس پر کیا گذرتا ہوگا۔ کیا دیکھتا ہوگا اور کیا کرتا ہوگا ع

قلم اینجا رسید و سر بشکست

اس کلام کی توجیہ آپ نے یہ بیان فرمائی کہ قتل کرتے ہیں اور مقتول سے دیت چاہتے ہیں

یعنی فنا کے ذریعہ کہ زوال عین و اثر اس کا لازمہ ہے۔ قتل کرتے ہیں اور باوجود اس کے اُس سے تکالیف عبودیت چاہتے ہیں اور وظائف شرعیہ اُس سے طلب کرتے ہیں؟

ب ۳

ایک روز سفر میں جنگل کی ہوا نہایت صاف و شفاف اور لطیف تھی اور وقت نہایت خوش اور عمدہ تھا۔ مخدوم زادے جامع الاسرار والعلوم شیخ محمد معصوم سلمہٗ اللہ اور اس فقیر مغموم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ عارف سبحانی شیخ ابو المکارم علاؤ الدولہ سمنانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں رباعی

ایں وہم بود کز تو دوئی برخیزد	اشکال وحدت برہ روی برخیزد
گر لطف خدا درسد از راہ کرم	شاید کہ شمے از تو توئی برخیزد

شیخ کی یہ رباعی زوال عین کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اگرچہ قائل قدس سرہٗ اس زوال سے لو بھر سے زائد واقف نہیں۔ کیونکہ ازالۂ عین بجز تجلی ذاتی کے میسر نہیں ہوتا۔ اور تجلی ذاتی قائل کے نزدیک ہی نہیں ہے۔ مگر ایک برق اس لئے لامحالہ اُس کا اثر رفع توئی ہے۔ اور یہ ایما ہے ازالۂ عین کی طرف اور یہ ایک لحظہ کے لئے ہے۔ اور یہ جو ہم نے کہا کہ زوال عین تجلی ذاتی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ اس کا بیان تفصیل طلب ہے لیکن مجمل یہ کہ جب کوئی اسم یا صفت ملحوظ ہوتی ہے تو لامحالہ عین یا ہیئت عارف کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔ اور زوال عین تحقق نہیں ہوتا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ صاحب فصوص الحکم محی الدین ابن عربی زوال عین مطلق کے قائل نہیں ہیں اور تجلی ذاتی کو بجز صورت متجلی لہٗ کے ثابت نہیں کرتے۔ چنانچہ عبارت اُن کی یہ ہے التجلی من الذات لایکون الا بصورۃ المتجلی لہٗ فالمتجلی لہٗ لایرئ الا صورتہ فی مرأۃ الحق کہ تجلی ذاتی نہیں ہوتی مگر بصورت متجلی لہٗ اور متجلی لہٗ مرآت حق میں نہیں دیکھتا۔ مگر اپنی ہی صورت۔

نیز وہ فرماتے ہیں کہ جو عین علم الٰہی میں معلوم ہے اگر زائل ہو جائے تو علم الٰہی کے برخلاف لازم آئیگا۔ اور یہ محال ہے اور اس کا معتقد گمراہ۔

شیخ محی الدین عربی قدس سرہٗ زوال اثر کے بھی قائل نہیں ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب عین زائل نہیں ہوتا تو اثر کیونکر زائل ہو جائیگا۔ اور بعض صوفیہ کے کلام سے مفہوم ہوتا

ہے کہ عین زائل ہو جاتا ہے، لیکن اثر باقی رہتا ہے +

ہمارے نزدیک بھی حق یہی ہے کہ عین اور اثر دونوں زائل ہو جاتے ہیں جیسا کہ شیخ ابو سعید ابو الخیر قدس سرہٗ کا سیر اس مطلب کی تصریح کرتا ہے۔ مگر یہ جو انہوں نے کہا کہ عین زائل ہو جاتا ہے اور اثر باقی رہتا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا زوال عین تحقق نہیں ہوا۔ کیونکہ اثر عرض کا حکم رکھتا ہے اور عین جوہر کا۔ جب جوہر زائل ہو گیا، تو عرض کیونکر باقی رہ سکتا ہے جب سر ہی نہیں درد سر کیسا +

اس کے بعد آپ نے شیخ سمنانی قدس سرہٗ کی مذکورہ بالا رباعی پھر دوہرائی اور مصرع چہارم کو کئی دفعہ دوہرا کر فرمایا کہ ہم شیخ موصوف کے زوال عین و اثر سے متفق ہیں۔ لیکن میں چونکہ تمام معشوق ہو گیا ہوں نہیں کہ سکتا کہ عاشق کون ہے۔ لیکن شیخ سمنانی کی طرح میں بھی کہتا ہوں کہ توئی اُٹھ جائیگی، لیکن دوئی نہیں اُٹھیگی۔ لیکن شیخ سمنانی نے اُسے ایک دم کے لئے کہا تھا اور میں ہمیشہ کے لئے۔ اس لئے کہ ہماری تجلی دوامی ہے نہ لحظہ بھر کے لئے +

نیز آپ نے فرمایا کہ زوال عین و اثر کے لئے دوئی کا اُٹھ جانا ضروری نہیں بلکہ چاہیئے بھی نہیں۔ اس لئے کہ ہستی جو ظل کے لئے ہوتی ہے اصل سے ودیعت ہوتی ہے۔ اور جب اصل سے ودیعت ہوتی ہے، تو دوئی اُٹھ جاتی ہے۔ اس لئے کہ توئی وہی ماہیت مودعہ ہے۔ لیکن قائم رہتی ہے اس لئے کہ ظل اصل نہیں ہوتا۔ فہم من فہم +

اس وقت آپ نے اور بھی بہت سے حقائق بیان کئے۔ جنہیں میرا حافظہ اس وقت یاد نہ رکھ سکا۔ بلکہ بعض معارف کے سمجھنے سے میری قوت ادراک بھی کوتاہ رہی۔ اس ضمن میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ صاحب فتوحات المکیۃ یعنی شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ نے جو حق کو وجود مطلق کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کلی کو مقید و مطلق میں منحصر جانتے ہیں اور خاص و عام کے سوا کوئی اور تیسری قسم قرار نہیں دیتے۔ اور حق یہی ہے کہ حسب اصطلاحات منطق و علم کلام ایسا ہی ہے۔ لیکن شیخ ابن عربی نے جو مطلق کہا ہے، قید و اطلاق کے علاوہ کہا ہے۔ اور یہ قسم ثالث مصطلحہ شیخ ہے۔ اس صورت میں بیشک ہمارے اُن کے درمیان صرف نزاع لفظی ہے +

۴

ایک روز آپ نے بتقریب کلام صاحب فصوص قدس سرہٗ ان شئت قلت انه ای العالم حق وان شئت قلت انه خلق وان شئت انه حق من وجه خلق من وجه وان قلت بالحیوۃ بعد مالتمیز بینهما کے فرمایا کہ موہوم و موجود کے درمیان تمیز کرنا اور شے ہے اور ان دونوں کے درمیان تمیز ہو جانا امر آخر ہے۔ اسی طرح نفی و انتفا کے درمیان فرق ہے۔ پس نفی ابتدا و توسط میں ہوتی ہے اور انتفا نہایت میں +

نیز آپ نے فرمایا کہ ہمارے خواجگان قدس اللہ اسرارہم کے طریقہ میں تعلیم تعلّم اسم آیا ہے اور نفی و اثبات بھی۔ جو کچھ ہمیں معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ ذات کو جذبہ سے بہت کچھ مناسبت ہے اور نفی و اثبات کو سلوک سے۔ اسی لئے اس طریقہ میں بدایت حال میں تکرار اسم ذات کے باعث جذبہ غالب ہوتا ہے اور جب سلوک میں قدم رکھتا ہے لائق حال نفی و اثبات ہوتی ہے +

۵

ایک روز خلوت میں بندہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک صاحب دل نے عرض کیا۔ میں اپنا معاملہ عجیب پاتا ہوں، محفلوں اور مجلسوں میں ظہور نسبت حضور کو میں بیشتر پاتا ہوں اور خلوت و تنہائی میں کمتر، اس کی کیا وجہ ہے +

فرمایا۔ ایک مخلص نے خواجہ احرار قدس سرہٗ سے اس سر کی حقیقت دریافت کی۔ فرمایا۔ نسبت خواجگان محجوب سی ہے اور جب محجوب کو خلوت میں بلاتے ہیں حیا کرتا ہے +

خواجہ احرار قدس سرہٗ کے اس کلام کے بعد آپ نے فرمایا کہ خواجہ احرار قدس سرہٗ کا یہ جواب حسن ادا اور لطافت پر مبنی ہے۔ لیکن ابھی یہ راز حل نہیں ہوا فرمایا ظاہر کو باطن کے ساتھ اُلفت ہے۔ دوست و ہمنشین آپس میں ہر ایک کو ظاہر و باطن میں اُس کے لائق کام میں مشغول کرتے ہیں۔ اس لئے (محفل میں) سالک کا باطن سرگرم معاملات رہتا ہے۔ مثلاً توجہ مراقبہ حضور اور اسی طرح ظاہر امور حسیہ میں مشغول رہتا ہے۔ اس لئے سالک کو اختلاط محفل سے زیادہ الفت ہوتی ہے اور خلوت میں وسعت کی

مصاحبت۔ اور الفت زائل ہو جاتی ہے۔ اس لئے باطن میں حرج واقع ہوتا ہے اور حضور میں کمی واقع ہوتی ہے +

راقم نے عرض کیا، بہت سے سالکانِ طریقت کو خلوت میں بھی حضور و آرام زیادہ ہوتا ہے۔ فرمایا۔ اس سالک کے باطن کو قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لئے اُس کا باطن ظاہر پر غالب آجاتا ہے۔ اور اس لئے اُس کے باطن میں حرج واقع نہیں ہوتا۔ اور وہ اپنے کام میں مشغول رہتا ہے +

باب ۶

رخصت کے وقت آپ نے بندہ کو خلوت میں طلب کیا اور جو کچھ کہ دیکھا سمجھا تھا دریافت کیا۔ اور فرمایا کہ ذات حق سُبحانہٗ و تعالےٰ (جس طرح ادراک و مراقبہ میں نہیں آسکتی) یہی حال اُس کی صفات کا ہے۔ کیونکہ جو کچھ صفات واجب تعالےٰ کا سالک ادراک کرتا ہے۔ وہ ان صفات کے ظلال ہیں۔ جو کچھ کہ ہمارے نزدیک محقق و مختار ہے وہ یہ ہے کہ بحکم اُذکرونی تمام اوقات ذکرِ حق سُبحانہٗ میں مستغرق رہو اور دیکھو کہ حق سُبحانہٗ و تعالےٰ بحکم اذکرکم تمہیں کس طرح یاد کرتا ہے۔ کیونکہ اس نے وعدہ کیا ہے۔ اور دیکھو کہ تم پر کیا ظاہر ہوتا ہے اور بغرض حصول احوال و مکاشفات یا بغرض حصول مطلب فکر نہ کرنا بلکہ بے غرضانہ ذکر کے ذکر و عبودیت میں مشغول رہنا۔ پھر اگر حق سُبحانہٗ و تعالےٰ اُسے قبول کرکے جس چیز کے ساتھ بھی تمہیں نوازے بطریق معتقدات اہل حق رحمہم اللہ اُس پر اعتماد نہ کرنا اور شکر بجالا کر صدائے ھل من مزید بلند کرنا و الا کچھ اتنا نہ کرنا +

اس کے بعد آپ نے فرمایا سبحان اللہ و بحمدہٖ باوجود حصول کمالات فوقیہ اور باوجود نہایت فراغات کے بھی مراقبات صفات اور اُن کے تصوّر میں خوف و حیرت لاحق ہوتی ہے +

بعض مشائخ وقت کا حال سُنتا ہے کہ وہ مُبتدیوں کو مراقبہ ذات حق سُبحانہٗ و تعالےٰ کراتے تھے اور اُسے نور بے رنگ و بے حیز (مکان) و محیط عالم سے تعبیر کرتے تھے اور یہ کہ مراقبہ کرنے والوں کے بیان سے ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ اُس نور کو منبسط و عریض کریں۔ لیکن حق سُبحانہٗ اُن کے اس تخیّل سے بھی منزّہ اور بسیط حقیقی ہے۔ اُس کی ذات

پاک میں انبساط عرض وطول اور اسی قسم کے دیگر تخیلات کو کیا دخل +

ف

ایک روز آپ کی مجلس میں سُکریات شطحیات بعض عرفا کا ذکر ہوا جن سے بعضے خام وناقص تمسّک کر کے دینی معاملات میں تساہل کرنے لگتے ہیں۔ فرمایا اگرچہ صوفیہ صافیہ سے ملّت محمّدیہ علٰے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو بہت فوائد وبرکات پہنچے ہیں۔ کیونکہ بہت سے فاسق فاجر اُن کے یُمن وبرکات وانظار اور اُن کی صحبت وتربیت سے تائب ہو کر زمرۂ صالحین میں داخل وشامل ہو گئے اُن کے انوار وبرکات سے بہت سی ظلمات کفر وبدعت دور ہوئیں۔ اور بہت سے اسرارِ خفیۂ کتاب وسنّت اُن کے کشف ومکاشفہ سے معرض بیان میں آئے۔ لیکن بہت سے مستان اس گروہ سے اس دین متین کو ضرر بھی کچھ کم نہیں پہنچا۔ ناقصین وناہل اُن کے سُکریات پر تکیہ کرنے لگے۔ جو کلمات کہ حالت سُکر میں اُن کی زبان سے نکلے تھے۔ یہ ناقص اُن سے استناد کرنے لگے۔ اگرچہ اُن کے کلام کے معنی صحیح تھے، لیکن ان ناقصوں کا ادراک اُس نور سے کوتاہ تھا۔ اس لئے اُس جمال مستور کا مشاہدہ تو نہ کر سکے تا کہ کجی سے بچ جاتے۔ اسلئے ہُوا جو کچھ ہوا +

اس گروہ سے ان کلمات کے ظاہر ہونے میں حق سُبحانہٗ وتعالےٰ کی حکمتیں ہیں کیونکہ یہ کلمات اُن کی زبان سے بطریق متشابہات نکلے ہیں جس طرح خود کلام الٰہیہ میں متشابہات وارد ہوئے ہیں۔ جیسے ید واستوے ووجہ وغیرہ جن کے حقیقی معنی لیکر فرقہ مجسّمہ جسمیّت حق سُبحانہٗ وتعالےٰ کا قائل ہو کر گمراہ ہو گیا ہے۔ حالانکہ حق سُبحانہٗ وتعالےٰ کو اُن کی لغزش اقدام کا علم تھا مع ذٰلک، بنابر حکمت متشابہات بھی نازل کئے جیسے ضحک اللہ ان اللہ خلق ادم علےٰ صورتہ وغیرہ ذٰلک من الامثال۔ حالانکہ انبیا علیہم السلام اور بالخصوص آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلم تو غایت صحو ورعایت کلام حقیقت وعدالت میں تھے۔ پس گروہ اولیاے اللہ سے اگر اس قسم کے کلمات صادر ہو جائیں، عجب نہیں۔ ارباب سعادت کے دل پر اُن کلمات کے معنی کچھ اور فائض ہوتے ہیں، اور اصحاب بُطلان کے دلوں پر کچھ اور۔ اس قسم کے کلمات حسب اقتضاے وقت وحال اس طائفہ سے صادر ہوتے ہیں +

اس کے بعد آپ نے بیان کیا کہ ہم نے اپنے آپ کو سراپا شریعت کے سپرد کر دیا ہے۔ اور خدمت سنت مصطفویہ علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر دست بستہ کھڑے ہیں۔ باوجود اس کے ہماری زبان وقلم سے بھی بعض کلمات سکر آمیز صادر ہو جاتے ہیں۔ انتہے کلامہ الشریف +

راقم الحروف عفی اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ آپ کا یہ کلام اُن شکوک کو رفع کرتا ہے جو آپ کے کلام میں بعض لوگوں نے پیدا کئے ہیں +

از انجملہ بارہ اعتراضات مشہور و معروف ہیں۔ انہیں بارہ اعتراضوں میں آپ کا وہ عریضہ ہے۔ جو آپ نے اپنے پیر بزرگوار کو لکھا تھا۔ خلاصہ اُس کا یہ ہے:۔

"سیر مقامات مشائخ کے بعد مجھے اصحاب و خلفاے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مقام پر لے گئے۔ یہاں تک کہ مقام حضرت صدیق کی بھی سیر کی" +

اس کلام سے لوگوں نے مساوات سمجھ لی اور اعتراض کر دیا۔ لیکن اگر وہ کلمات و اصطلاحات قوم پر تدبر کریں تو انہیں معلوم ہو کہ مراد اس قسم کے کلمات سے کیا ہے +

آپ نے خود بھی بعض مکتوبات میں ان شبہات کی تصریح کی ہے۔ انہیں اعتراضات میں سے آپ کا وہ مکتوب ہے جو آپ نے شیخ حمید بنگالی کو تحریر کیا ہے اور وہ مشارٌالیہ کے حالات میں آئیگا انشاء اللہ تعالےٰ +

جلد دوم کے اُس مکتوب میں بھی آپ نے اس شبہ کو حل کیا۔ جو مرشدی میر محمد نعمان کے نام آپ نے تحریر فرمایا۔ معترضین کو معلوم نہیں کہ دوسرے بزرگانِ دین سے کیا کیا کلمات صادر ہوئے ہیں +

سلطان العارفین بایزید بُسطامی نے کہا لوائی ارفع من لواء محمدؐ اس کی کیا تاویل ہے +

شیخ محی الدین ابن عربی نے خاتم نبوت صلے اللہ علیہ وسلم کو خشت نقرہ کہا اور خاتم الولایت کو کہ اشارہ خود اپنی طرف ہے خشت ذہب (سونے کی اینٹ) کہا ہے اور کہ خاتم النبوت خاتم الولایت سے اخذ معارف و حقائق کرتا ہے۔ اس کا جواب کیا ہو گا +

قدوۃ العارفین خواجہ بہاؤالدین کے حالات میں مرقوم ہے کہ آپ نے

اپنی ہدایت و توسط سلوک کے متعلق فرمایا۔ کہ مَیں نے منصور۔ ابویزید اور حضرت جنید بغدادی کے مقامات کی سیر کی۔ اور جس جگہ وہ پہنچے تھے، مَیں بھی پہنچا۔ یہاں تک کہ مَیں ایک ایسے مقام پر جو نہایت معظم تھا پہنچا۔ میں نے جانا کہ یہ مقام محمدی ہے، علے ساکنہا الصلوٰۃ والسلام۔ مَیں نے گستاخی نہیں کی اور جو کچھ کہ ابویزید نے کیا تھا مَیں نے نہیں کیا تھا +

نیز خواجہ صاحب موصوف کے حالات میں ہے کہ سلطان العارفین ابویزید بسطامی قدس سرّہٗ نے فرمایا کہ مَیں اسی مقامات پر صفات انبیاء علیہم السلام میں سیر کر رہا تھا کہ بارگاہ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم میں پہنچا۔ مَیں نے چاہا کہ آپ کی صفت کی سیر کروں تو آپ نے دست شفقت میری پیشانی پر رکھا +

اور حضرت خواجہ بزرگ فرماتے ہیں کہ جب مَیں سیر مقامات کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچا۔ تو مَیں نے گستاخی نہیں کی اور سر نیاز آستانہ احترام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر رکھا۔ تو آپ نے مجھ پر کرم فرمایا اور مجھے اس مقام میں داخل کیا گیا تھا +

تو اب ان دونوں بزرگوں کے کلام میں کیا تاویل ہو گی۔ کیونکہ عیاذاً باللہ مقام محمدی میں پہنچنے سے مساوات و تفوق بر دیگر انبیا تو مراد ہے نہیں۔ بلکہ اس کلام سے جو کچھ اُن کی مراد ہے وہی اس سے واقف ہیں +

چنانچہ حضرت خواجہ صاحب نے اپنے بعض مکاتیب میں جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا، بوجہ احسن بیان فرمایا کہ اس سے کیا مراد ہے۔ اُن مکاتیب کے دیکھنے سے اُمید ہے کہ ناظرین کو کوئی شبہ باقی نہ رہیگا +

خواجہ منبع الاسرار شیخ فریدالدین عطار عطّر اللہ تربتہٗ اپنے بعض رسائل میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ جس طرح عالم شہادت میں انبیا و خلفائے انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے اماکن خاصہ ہیں کہ مسافرین و زائرین زیارت کر کے استفاضہ کرتے ہیں اور وسیلہ و ذریعہ بناتے ہیں۔ اسی طرح عالم غیب میں بھی اُن کے مقامات خاص ہیں۔ سالکین طریقت دریوزہ گری کرتے ہوئے حصول توجہات کے لئے اُن کے مقامات پر پہنچتے ہیں اور روئے نیاز اُن کے آستانہ پر رکھ کر فتح و کشائش کا سوال کرتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب تک عتبۂ علیہ مقام محمدی علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر نہ پہنچ جائیں،

فتح و کشائش نہیں دیکھتے +

ایک روز شیخ تاج سلمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے اس فقیر سے فرمایا کہ ایک شخص نے یہی قضیہ مذکورہ درمیان میں لاکر مجھ سے اس کا حل پوچھا۔ میں نے کہا کہ فقیر صاحب سخن کو جانتا ہے کہ کُل علمائے عاملین اور صاحب احوال بلند و معرفت ارجمند تھے۔ پس ضرور ہے کہ آپ کا کلام صادق ہوگا، اگرچہ ہم پر او آپ پر اس کی صداقت ظاہر نہ ہو سکے۔ علاوہ ازیں سلف سے بعض کلمات ان سے بھی زیادہ مشکل صادر ہوئے ہیں۔ اور ہر ایک نے اُن کی تاویلات پسندیدہ کی ہیں۔ لہذا آپکے کلام میں بھی تاویل کرنی چاہیے۔ جب مذکورہ بالا شبہ اس طرح حل ہو سکتا ہے۔ تو دیگر شبہات کو اسی پر قیاس کرنا چاہیئے۔ اور سوء ظنی اور بالخصوص اکابردین کے ساتھ کرنے سے بچنا چاہیئے +

فصل ۹

آپکے خوارق عادات کا بیان

ہر چند کہ قطب وقت شیخ ابوالحسن نوری نوّر اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ بہت بڑی کرامت ہمارے زمانہ میں دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ عالم اپنے علم پر عمل کرے اور عارف بیان حقیقت کرے۔ اس لئے وہی کثرت علم و عمل اور معرفت آپ کے لئے اعلےٰ کرامت ہیں۔ جس طرح قرآن مجید اشرف معجزات ہے۔ لیکن چونکہ اولیائے کرام کے حالات قلمبند کرنے والوں کی عادت ہے کہ وہ اُن کے بعض خوارق عادات بھی قلمبند کیا کرتے ہیں۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ جس قدر آپ کے خوارق عادات میں نے آپ کے مخلصوں سے سُنے یا خود دیکھے تھے ہدیۂ ناظرین کروں +

آپ کا ایک مخلص بیان کرتا ہے کہ ایک روز اتفاق سے آپ نے اس کمترین پر اس قدر توجہ فرمائی کہ بعنایت و کرم حق سبحانہ و تعالےٰ اس کمترین کو اس قدر قوت حاصل ہوئی۔ اگر اس چوب خشک پر توجہ کروں تو ایک عالم اُس سے منور ہو جائے لیکن اس آخری زمانہ میں حق تعالےٰ کی مرضی نہیں کہ اس قسم کے ظہور پائیں اور نہ میرا دل

ہی چاہتا ہے کہ وہ ظاہر کروں ✦

میر سعد الدین مرحوم جو سیدی و مرشدی میر محمد نعمان کے برادر بزرگ اور حضرت خواجہ صاحب کے مخلصوں میں سے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ میں چند روز آپ کی خانقاہ میں رہا۔ اس قلیل عرصہ ہی میں آپ کے یمن و برکت سے احوال عجیبہ حاصل ہوئے بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ بحالت ہجو و احوال طبقات ارضیہ و ما فیہا نظر آتے۔ اس اثنا میں ایک کثیر الخدشہ دوست کی ہم صحبتی کے باعث خیال گذرا کہ تعجب ہے کہ باوجود آپ کی اس بزرگی اور باوجود کثرت علم و عمل اور کثرت عرفان کے اس عالم کون و فساد کے متعلق بہت کم آپ کی کوئی خوارق عادات دیکھی گئی ہے۔ اس خیال نے اس قدر غلبہ کیا کہ جس قدر احوال کہ میں مشاہدہ کر رہا تھا اُن میں قبض و بستگی پیدا ہو گئی۔ حتے کہ جب میں اس قبض و بستگی سے سخت عاجز ہوا۔ تو میں نے سمجھ لیا کہ یہ قبض و بستگی اس خطرہ کے باعث ہے۔ لہذا میں نے آپ کی خدمت میں اس خطرہ کی معذرت کی۔ اور اُفتاں وخیزاں آپ کے قدموں پر گر پڑا۔ ایک لمحہ کے بعد آپ نے میرا سر اُٹھایا اور فرمایا۔ معلوم ہوا کہ تم کرامات دیکھنے کے طالب ہوئے ہو۔ اور یہ فلاں شخص کی صحبت کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ جو شخص کرامات کا طالب ہو۔ اُس کو کسی اور شیخ کے پاس جانا چاہیئے اور جو بتابعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اقتباس نور فنا و بقا اور تحصیل کمالات معرفت ذات و صفات کرنا چاہتا ہو، وہ چند روز ان فقرا کے ساتھ گذارے۔ مشارٌ الیہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے اس عتاب میں کرامت ظاہر ہوئی ہے کہ مجھے اس لت سے بکلی خلاصی ہو گئی ✦

آپ کے خوارق قلمبند کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خوارق عادات کے متعلق جو کچھ ہم نے آپ کی زبان مُبارک سے سُنا ہے یا آپ کے مرقومات میں دیکھا ہے، اس جگہ نقل کریں۔ کیونکہ آپ کے یہ مکتوبات بھی بہت سے فوائد پر مشتمل ہیں۔ ان مکتوبات کو ہم برکات خمس کے تحت میں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں ✦

ا

آپ فرمایا کرتے تھے کہ تمام کرامات معجزات پیغمبر ہیں۔ کیونکہ جس طرح معجزات ترویج و تقویت دین کے لئے تھے۔ اسی طرح خوارق اولیا بھی اسی مقصد کے لئے ظہور

میں آتے ہیں۔ ان خوارق کے اظہار سے اُن کا مقصد حصول جاہ و مال اور شہرت وغیرہ نہیں ہوتا۔ باوجود اس نیت کے بھی وہ آخر عمر میں ظہور خوارق سے نادم ہوئے ہیں اس لئے بعض اولیائے کرام نے کہا ہے عقوبۃ الانبیاء حبس الوحی وعقوبۃ الاولیاء اظہار الکرامات وعقوبۃ المؤمنین التقصیر فی الطاعات +

جس قدر زمانہ قیامت سے نزدیک ہوتا جاتا ہے اور دین میں ضعف پیدا ہوتا جاتا ہے۔ اُسی قدر ظہور کرامات کم ہوتا جاتا ہے، جیسا کہ احادیث کثیرہ اس کی خبر دیتی ہیں کہ آخر زمانہ میں دین میں ضعف پیدا ہوگا۔ اور جب دین میں ضعف پیدا ہوگا۔ اور کرامات اُسی کی ترویج و تقویت کے لئے ہیں تو اُن کے ظہور میں بھی کمی واقع ہوگی۔ اور خصوصاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے انتقال سے ایک ہزار سال کے بعد کیونکہ انقضائے اس مدت کے بعد ترویج دین و ملت میں بہت کچھ ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے اولیائے عشرت بھی اولیائے عزلت کی طرح اظہار کرامات سے غالباً منع کر دئے جاتے ہیں۔ کیونکہ ظہور خوارق مقتضیات اسم الھادی سے ہے جو ہدایت وارشاد سے تعلق رکھتا ہے۔ اور آخری زمانہ مقتضائے اسم المضل ہے کہ شیوع بدعت و ضلالت اُس سے وابستہ ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے ان بین یدی الساعۃ کقطع اللیل المظلم یصبح الرجل فیھا مؤمنا ویمسی کافرا ویمسی مؤمنا ویصبح کافراً الحدیث کہ قریب قیامت اندھیری شب کی طرح ایک زمانہ آئیگا کہ اُس میں لوگوں کا یہ حال ہوگا کہ صبح مومن ہونگے تو شام کو کافر ہو جائینگے اور شب کو مومن ہونگے تو صبح کو کافر ہو جائینگے الیٰ آخر الحدیث +

۲

نیز آپ نے فرمایا کہ کرامت ارباب ارشاد کے لئے ضروری اس لئے ہے کہ وہ مریدان رشید کو ایک خلق سے دوسری خلق کی طرف اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف لیجاتے ہیں۔ مرید سعادت مند ہر روز اپنے مرشد سے کرامات مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ اور اپنی ذات میں تصرفات پیر کو معائنہ کیا کرتے ہیں۔ اور دوسروں کے لئے اظہار خوارق کی ضرورت نہیں۔ بلکہ دوسروں سے اُن کا پوشیدہ رکھنا ہی مناسب ہے اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری اس پر شاہد و گواہ ہے +

خوارق نہ ارکانِ ولایت سے ہیں اور نہ شرائط ولایت سے۔ بخلاف معجزہ کے کہ شرائط نبوت سے ہے۔ تاہم ظہورِ خوارق اولیاء اللہ سے شائع ہوا ہے اور عدم ظہور کم۔ لیکن کثرت خوارق فضلیت و تفاضل درجات قرب الٰہی کی دلیل نہیں ہو سکتا ہو کہ اقرب سے خوارق کم ظاہر ہوں اور ابعد سے بہت۔ چنانچہ اکثر اولیائے اس اُمت سے جس قدر خوارق ظاہر ہوئے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کا عشر عشیر بھی ظاہر نہیں ہوا۔ حالانکہ افضل اولیائے اُمت کسی ادنے اصحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ نظر ظہور خوارق پر کوتہ نظری سے ہوتی ہے اور دلیل ہے قصورِ استعداد تقلیدی کی۔ شایانِ قبولِ فیض نبوت و ولایت وہ لوگ ہیں، جن کی استعداد تقلیدی اُن کی قوت نظر پر غالب ہوتی ہے، جیسے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کہ بلا چون و چرا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور اسبق سابقین اُمت ہوئے۔ اور ابوجہل لعین بوجہ قصورِ استعداد تقلیدی کے ہر چند کہ بہت سی نشانیاں اور کئی کھلے معجزے بھی دیکھ لئے پھر بھی تصدیق رسالت نہ کی اور جہنم آباد ہوا +

۳ ب

نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب **عوارف المعارف** میں کرامات و خوارق مشائخ کے بعد فرمایا ہے کہ "یہ سب مواہب الٰہیہ ہیں۔ بعض لوگوں کو ان کا کشف ہوتا ہے اور عطا کی جاتی ہیں اور بعض لوگ ان سے فوق اور اُنہیں کرامات و خوارق میں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ وجہ یہ ہے کہ کرامات و خوارق تقویت یقین کے لئے ہیں اور جسے یقین حاصل ہے اسکو ان کی کچھ ضرورت نہیں بجز ذکر قلبی اور ذکر ذات کے" +

خوارق دو قسم کے ہیں۔ قسم اوّل علوم و معارف الٰہیہ ہیں، جو ذات و صفات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور وہ وراے نظر و عقل ہیں۔ حق سبحانہ و تعالےٰ نے اپنے خاص بندوں کو ان سے مشرف کیا ہے۔ اور قسم ثانی کشف صُور و اخبار مخلوقات ہے جو اس عالم کون و فساد سے تعلق رکھتا ہے +

قسم اول اہل حق و ارباب معرفت سے مخصوص ہے۔ اور قسم دوم محق و مبطل دونوں کو شامل ہے۔ کیونکہ قسم ثانی اہل استدراج کو بھی حاصل ہے +

نوعِ اول، حق کے نزدیک شریف و عزیز ہے کہ اولیاء اللہ کے ساتھ اُسے مخصوص کیا ہے اور اعدا کو اُس میں شرکت نہیں دی۔ اور نوع ثانی عوام خلائق کے نزدیک معتبر ہے کہ بوجہ نادانی کے اُس کی پرستش کرنے لگتے ہیں اور اگر رطب یابس انہیں بتلایا جائے اُسی کے مطیع و منقاد ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ حقیقت الامر ان سے محجوب ہے۔ اس لئے قسم اول کو خوارق سے شمار نہیں کرتے اور خوارق کو صرف قسم دوم میں منحصر جانتے ہیں +

افسوس وہ نہیں جانتے کہ احوال مخلوقات میں سے کسی حال کا اگر کسی کو علم ہوگیا تو اس میں کونسی شرافت و کرامت ہے۔ بلکہ یہ علم تو اس لائق ہے کہ اگر وہ جہل و نسیان سے مبدل ہو جائے تو بہتر ہے۔ یہی معرفت واجبی حق سبحانہٗ و تعالٰے ہے۔ اور یہی شرافت و کرامت کے لائق و سزاوار ہے اُس کی عزت کرنی چاہیئے ؎

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

باب

نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ اکثر اولیائے متقدمین رحمہم اللہ کے پانچ یا چھ سے زیادہ خوارق نقل نہیں کئے ہیں۔ حضرت جنید بغدادی جو سید الطائفہ ہیں۔ معلوم نہیں ہوتا کہ اُن کے دس خوارق بھی نقل کئے گئے ہوں +

دیکھو حضرت موسےٰ علےٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں اللہ تعالےٰ نے کیا فرمایا ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ ہم نے موسےٰ کو دیں نو نشانیاں (یعنی نو معجزے) +

اور اس وقت کے مشائخ سے بھی یہ کیونکر معلوم ہوا کہ اُن سے خوارق صادر نہیں ہوتے۔ بلکہ اولیاء اللہ سے کیا متقدمین ہوں یا متاخرین ہر ساعت خوارق ظاہر ہوتے رہتے ہیں خواہ مدعی جانے یا نہ جانے ع

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

اکثر خوارق مشائخ کو مریدانِ خاص و حبیبانِ مجلس اختصاص مشاہدہ کرتے ہیں اور ایک مدت کے بعد معرض تحریر میں آکر وہ لوگوں کے درمیان مشہور ہوتے ہیں +

ف

نیز آپ نے تحریر فرمایا کہ معنی تخلقوا باخلاق اللہ کو ولایت میں ماخوذ و معتبر ہیں یہ ہیں کہ اولیاء اللہ کو چند صفات حاصل ہوتی ہیں جو فی الجملہ صفات حق تعالیٰ کے محض ظاہر مناسبت رکھتی ہیں۔ اور یہ مناسبت صرف اسمی و لفظی ہوتی ہے۔ نہ یہ کہ نعوذ باللہ، اُن کی صفات صفات حق سبحانہٗ و تعالیٰ میں مشارکت رکھتی ہیں کیونکہ ایسا ہونا محال اور مستلزم قلب حقائق ہے +

خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ نے اپنی تحقیقات میں تخلقوا باخلاق اللہ کے معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مثلاً ایک صفت مَلک ہے اور اس کے معنی تصرف کرنے کے ہیں اور چونکہ سالک اپنے نفس پر تصرف کرکے اُسے مقہور کرتا ہے اور دلوں میں اُس کا تصرف نفاذ کرتا ہے اِس اسی لحاظ سے وہ صفت مَلک سے موصوف ہوتا ہے +

دوسری صفت سمیع ہے اور معنی سمیع کے سننے والے کے ہیں۔ چونکہ سالک ہر شخص سے سخن حق سنتا ہے اور بلا کسی قسم کی گرانی کے اُسے قبول کرتا ہے۔ اور اسرار غیبی اور حقائق گوش جان سے استماع کرتا ہے۔ اس صفت کے ساتھ موصوف ہوتا ہے +

اسی طرح صفت بصیر ہے جس کے معنی دیکھنے والے کے ہیں۔ چونکہ سالک چشم بصیرت کے ساتھ بینا ہوتا ہے اور نور فراست سے اپنے عیوب اور دوسروں کے کمال کو دیکھتا ہے اور سب کو خود سے بہتر جانتا ہے۔ اور اپنی نظر بصیرت سے جو کچھ کرتا ہے، بموجب مرضی حق کرتا ہے۔ لہٰذا اس صفت سے موصوف ہوتا ہے +

اسی طرح صفت محیی ہے اور اس کے معنی زندہ کرنے والے کے ہیں۔ چونکہ وہ احیائے سنت متروک کرتا ہے۔ اس صفت سے موصوف ہوتا ہے +

اسی طرح صفت ممیت ہے، جس کے معنی مارنے والے کے ہیں۔ چونکہ سالک بدعات کو مٹاتا ہے اور لوگوں کو اُن سے منع کرتا ہے۔ اس صفت سے موصوف ہوتا ہے وعلیٰ ہذا القیاس یہ معنی ہیں +

لیکن عوام تخلقوا باخلاق اللہ کے معنی دوسرے رنگ میں سمجھ کر وادیٔ ضلالت میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ ولی کے لئے مردے زندہ کرنے اور غیب کی

خبر میں دینا ضروری ہیں۔ ھذہ الظنون الفاسدۃ وان بعض الظن اثمٌ ✦

خواجہ حسام الدین احمد سلمہ اللہ کے ایک مکتوب میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ خاطر فاتر میں ایسا گذرتا ہے کہ جب کہ احباب کے درمیان بُعد صوری حائل ہو گیا اور مُلاقات ظاہری عنقا ہو گئی، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اگر احیاناً بعض علوم و معارف بھی اُن کی خدمت میں تحریر کئے جائیں، تو اُمید ہے کہ اس قسم کی تحریر اُن کے لئے موجب ملال نہ ہو گی۔ چونکہ اس وقت بحث ولایت درمیان میں ہے اور نظر عوام ظہور خوارق پر ہے۔ لہٰذا اس کے متعلق کچھ لکھا جاتا ہے اُمید ہے کہ آپ اُسے غور سے پڑھینگے ✦

ولایت عبارت فنا و بقا سے ہے اور خوارق و کشوف اُس کے لوازم سے ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو شخص خوارق بیشتر رکھتا ہے۔ اُس کی ولایت بھی اتم و اکمل ہو گی۔ نہیں بسا اوقات خوارق کمتر ہوتے ہیں اور ولایت اتم و اکمل ہوتی ہے۔ کثرت و قلت ظہور خوارق کا مدار دو چیزوں پر ہے۔ بوقت عروج مقام بلند تک پہنچنا اور بوقت نزول مقام کمتر پر نزول کرنا۔ صاحب نزول عالم اسباب کی طرف نزول کرتا ہے اور وجود اشیا کو مربوط با سباب پاتا ہے اور فعل مُسبب الاسباب کو اسباب کے پردہ میں دیکھتا ہے۔ اور جس شخص نے کہ نزول نہیں کیا ہے۔ مگر جس کی نظر اسباب تک نہیں پہنچی، اُس کی نظر فعل مُسبب الاسباب پر ہوتی ہے وہیں اسباب سے چونکہ اُس کی نظر مرتفع ہو جاتی ہے، لہٰذا بمقتضاے حدیث قدسی انا عند ظن عبدی بی فلیظن بی ما شاء حق سُبحانہ و تعالےٰ ہر ایک کے ساتھ اُس کے ظن و گمان کے مطابق معاملہ فرماتا ہے۔ جس کی نظر اسباب پر ہے اُسے اسباب کی طرف رجوع کرتا ہے اور جس نے نظر اسباب سے اُٹھا لی ہے اُس کا کام بدون اسباب کے مہیا کرتا ہے ✦

ایک مُدت تک دل پر اس بات کی خلش رہی کہ کیا وجہ ہے کہ جس قدر کرامات حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ سے ظاہر ہوئی ہیں، کسی سے ظاہر نہیں ہوئیں۔ آخر کو یہ معما حل ہو گیا اور معلوم ہوا کہ اُن کا عروج اکثر اولیاے کرام سے مقام بلند پر واقع ہوا ہے اور پھر جانب مقام روح جو عالم اسباب سے بلند تر

ہے نزول کیا ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ حسن بصری و حبیب عجمی قدس سرہما کی ایک حکایت اس جگہ مناسب حال ہے۔

منقول ہے کہ ایک روز خواجہ حسن بصری رضی اللہ علیہ لب دریا کھڑے ہوئے انتظار کر رہے تھے کہ کوئی کشتی آئے تو دریا سے عبور کیا جائے۔ اسی اثنا میں خواجہ حبیب عجمی آئے۔ اور پوچھا آپ کیوں کھڑے ہوئے ہیں۔ فرمایا کشتی کا انتظار کر رہا ہوں۔ حبیب عجمی نے کہا کشتی کی کیا ضرورت ہے تم یقین نہیں رکھتے۔ خواجہ بصری نے فرمایا تم علم نہیں رکھتے۔ حبیب عجمی بغیر کشتی کے دریا سے گذر گئے اور خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ ویسے ہی انتظار کشتی میں کھڑے رہے۔

خواجہ حسن بصریؒ چونکہ عالم اسباب پر نزول کر گئے تھے توسط اسباب معاملہ کرتے تھے۔ اور حبیب عجمیؒ نے چونکہ اسباب بالکل نظر انداز کر دیے تھے، بغیر توسط اسباب زندگی بسر کرتے تھے۔ لیکن فضیلت حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے کہ صاحب علم تھے اور عین الیقین کو علم الیقین کے ساتھ جمع کیا تھا۔ اور حقائق اشیا کو جیسی کہ ہیں سمجھا تھا۔ کیونکہ قدرت کو پردہ حکمت میں مستور کیا ہے۔ اور حبیب عجمی قدس سرہ صاحب سکر تھے، یقین فاعل حقیقی پر رکھتے تھے اور نظر اسباب پر نہیں رکھتے تھے۔ اور یہ دید مطابق نفس نہیں ہے۔ اور توسط اسباب بحسب واقع کائن ہے۔ اور معاملہ تکمیل و ارشاد برعکس معاملہ ظہور خوارق ہے۔ مقام ارشاد و تکمیل میں جو شخص کہ نازل تر ہے وہی کامل تر ہے۔ کیونکہ ارشاد و تکمیل میں مرشد و مسترشد کے درمیان مناسبت ضروری ہے۔ پس اغلب یہی ہے کہ ہر چند سب سے بالاتر ہو نزول میں سب سے پایاں تر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت اتم و اکمل کافۂ انام کے لئے واقع ہوئی۔ اسی لئے آپ کا عروج سب سے بالاتر ہوا اور نزول فرود تر۔ کیونکہ بوجہ اس نزول کے آپ نے سب کے ساتھ مناسبت پیدا کی اور افادہ تمام تر واقع ہوا۔ اور یہی وجہ ہے کہ بعض متوسطین سے منتہیوں کی نسبت طالبوں کو زیادہ فائدہ پہنچتا ہے کیونکہ منتہیان غیر مرجوع کی نسبت متوسطین مبتدیوں کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔

شیخ الاسلام ہروی قدس سرہ نے فرمایا کہ اگر خرقانی اور محمد قصاب ایک

جگہ موجود ہوتے تو میں تمہیں محمد قصاب کے پاس بھیجتا۔ کیونکہ خرقانی کی نسبت مجھ تفتا تمہارے لئے زیادہ سودمند تھے یعنی خرقانی منتہی تھے۔ لہذا طالب اُن سے کمتر فائدہ اُٹھا سکتے تھے۔ اور منتہی غیر مرجوع نہ تھے کہ طالبان اُن سے مطلقاً فائدہ ہی نہ اُٹھا سکتے +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ تمام عالم سے منتہی تھے لیکن سب سے زیادہ افادہ آپ سے ہوُا۔ پس مدار افادہ کا رجوع و ہبوط سے ہے +

اس جگہ ایک دقیقہ جاننا چاہیئے۔ وہ یہ کہ جس طرح ولایت کے لئے شرط نہیں کہ خود ولی کو بھی اس کا علم ضرور ہو۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ اُس سے خوارق نقل کرتے ہیں اور خود اسے ان خوارق کی مطلق اطلاع نہیں ہوتی +

بعض اولیاء سے کہ صاحب کشف و الہام ہیں جائز ہے کہ اپنے بعض خوارق سے اطلاع نہ پائیں۔ بلکہ اوقات و امکنہ متعددہ میں صورت مشائخ اظہار کر دیتے ہیں اور مسافات بعیدہ سے کارہائے عجیب و غریب ظاہر کرتے ہیں اور صاحب صورت کو اُن کی اصلاً اطلاع نہیں ہوتی۔ ع

از ما و شما بہانہ بر ساختہ اند

حضرت مخدومی قبلہ گاہی فرمایا کرتے تھے کہ ایک دوست کہا کرتے تھے کہ عجیب معاملہ ہے لوگ اطراف و جوانب سے آتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ ہم نے تم کو مکہ معظمہ میں دیکھا ہے اور ہم نے تمہارے ساتھ حج کیا ہے۔ کوئی کہتا ہے میں نے تمہیں بغداد میں دیکھا ہے اور اظہار دوستی کرتے ہیں۔ حالانکہ میں کبھی اپنے گھر سے نہیں نکلا۔ اور نہ کبھی میں نے ان لوگوں کو دیکھا ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بحقائق الامور +

اگر اس سے زیادہ حالات معلوم کرنا چاہیں تو انشاء اللہ تعالےٰ پھر تحریر کرونگا انتہےٰ المکتوب الشریف +

جب یہ فوائد معلوم ہو گئے تو اب میں اپنے وعدہ کا ایفا کرتا ہوں۔ اور آپ کے خوارق میں سے ۳۱ خوارق کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔ جو آپ کی عمر شریف کا نصف عدد ہے۔ ان کے علاوہ بعض خوارق آپ کے حالات وفات میں بھی

لکھے جائینگے۔ اور بعض خوارق آپ کے دوستوں کے بیان میں مذکور ہونگے۔ انشاءاللہ تعالٰے۔

از انجملہ یہ ہے کہ میں نے آپ کے یاران خاص سے سُنا کہ ایک دفعہ آپ کو ضعف لاحق ہُوا۔ تو اسی اثنائے ضعف میں آپ نے دس گیارہ دانے منقٰے کے طلب کئے۔ جب لاکر رکھے گئے تو آپ نے مراقبہ کیا ایک ساعت کے بعد سر اٹھاکر فرمایا کہ معاملہ عجیب ظاہر ہُوا۔ جب یہ منقٰے کے دانے لاکر رکھے گئے۔ تو مجھے محسوس ہوا کہ یہ حق سُبحانہٗ و تعالٰے سے میری صحت یابی اور اپنے کھائے جانے کے لئے جناب باری میں مناجات کر رہے ہیں۔ اور مجھے معلوم ہُوا کہ حق سُبحانہٗ و تعالٰے نے اُن کی دعا قبول کی اور میری صحتیابی کو اُن کے کھانے سے وابستہ کیا۔ چنانچہ آپ نے چند مویز تناول کئے اور شفا پائی۔

اسی طرح چھوٹے مخدوم زادے بیمار ہوئے اور حالت نا اُمیدی کو پہنچے اور اُن مویز کے تناول سے شفا ہوئی۔ اسی طرح اور دو تین شخصوں کو بھی شفا حاصل ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ کاش مویز کے دانے زیادہ ہوتے۔ تا کہ بہت سے آدمیوں کو شفا حاصل ہو سکتی۔

از انجملہ یہ کہ ایک سید صاحب ول رحمۃ اللہ نام جو آپ کے مریدوں میں سے تھے۔ جس وقت کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کے زمانہ حیات میں آپ لاہور تشریف لائے تھے۔ اس زمانہ میں مشار الیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا کرتے تھے۔ اور اسی وقت سے اُنھوں نے آپ کے ساتھ ارادت و حسن عقیدت حاصل کی ہوئی تھی۔ اس حقیر سے بیان کیا کہ ہم دو تین درویش اتفاق سے ملک دکن میں صحرا کی طرف جا رہے تھے کہ ایک بُت خانہ دیکھا۔ ہم نے آپ سے سُنا ہُوا تھا کہ جس قدر اصنام و عبدۂ اصنام کی توہین ہو سکے کبھی کوتاہی نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ غازیوں کا ثواب حاصل ہوتا ہے ہم نے آپ کی اس نصیحت پر بھروسہ کرکے اور کسی کو اس بُت خانہ کا حامی نہ پاکے اسے گرانا شروع کر دیا۔ ایک کسان نے یہ واقعہ دیکھ کر گاؤں میں جاکر ہندوؤں کو اس کی خبر کر دی۔ اور وہ گاؤں کی چاروں طرف سے لکڑی پتھر لئے ہوئے قریبًا ایک ہزار آدمی برآمد ہوئے۔ اُنہیں دیکھ کر ہم تو دم بخود ہو گئے۔ بھاگنا تو دشوار تھا

اس لئے شہادت کا ارادہ کر لیا۔ اس اثنا میں مَیں باطناً آپ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہا کہ اے بزرگِ دین مَیں نے آپ کی نصیحت پر کاربند ہو کر اس بُت خانہ کو گرانا شروع کیا۔ آپ ہمیں ان کفرہ وغیرہ سے رہائی دیں۔ اسی اثنا میں میرے کان میں آواز پُہنچی اور خاص آپ کی آواز تھی ؎

تو بودی من آواز را مے شناسم

کہ خاطر جمع رکھو کہ خاطر جمع رکھو۔ مَیں نے تمہاری حمایت کے لئے لشکر اسلام بھیجا ہے آواز سُنکر ہم نے کہا کہ عجب معاملہ ہے کہ ہماری آواز آپ کے پاس پُہنچی۔ لیکن معلوم نہیں لشکر اسلام کب آئیگا۔ دشمن تو یہ پُہنچے۔ چنانچہ اُن کا ایک تیر بھی ہمارے قریب آکر گرا۔ اسی اثنا میں ایک ٹیلے کی طرف سے چند سوار آتے ہوئے نظر آئے۔ جوں ہی اُن کافروں نے سواروں کو آتے ہوئے دیکھا قدم پیچھے ہٹائے۔ کئی ایک کو سواروں نے مار پیٹ کی اور اُنہیں بھگا کر ہمیں اپنے ساتھ لے گئے۔ تو معلوم ہوا کہ مسلمان سوار تھے اور کسی کام کے لئے اس طرف آئے تھے اور ایک مسلمان نے اُنہیں ہمارے واقعہ کی اطلاع دی۔ اس لئے بسُرعت تمام آکر بچالے گئے۔ اور یہ محض آپکے تصرّف کی برکت تھی +

از انجملہ یہ ہے کہ سیّد جمال جو ارباب ذوق وحال سے اور آپکے مخلصین میں سے تھے بیان کرتے ہیں کہ ایک بیابان میں ناگاہ میرے روبرو ایک شیر آکھڑا ہُوا۔ مَیں اپنی تنہائی اور اس درندہ کی ہیبت سے سخت ہراساں ہُوا فرار بھی نا ممکن تھا اس لئے ناچار مَیں نے آپ سے مدد چاہی۔ بجز اس کے آپ ایک طرف سے عصا ہاتھ میں لئے دوڑتے ہوئے آتے نظر آئے اور آن کر شیر کے مُنہ پر زور سے عصا مارا۔ اس کے بعد جب مَیں نے اس معاملہ کو بغور چشم دیکھا تو نہ آپ نظر آئے اور نہ شیر کا ہی مَیں نے نام ونشان پایا +

از انجملہ یہ کہ شیخ بدیع الدین سلمہُ اللہ جو آپ کے خلفاء بزرگ سے تھے اور عنقریب جن کا ذکر انشاء اللہ تعالےٰ آگے آئیگا۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ چند دوستوں کے اصرار سے ایک بزرگ کی زیارت قبر کے لئے گیا۔ جن سے آپ بوجہ بعض مخالف شرع باتوں کے ناخوش تھے۔ جب ان بزرگ کی قبر پر مراقب ہوا

تو فی الفور ایک شیر خشم آلودہ میری آنکھوں کے سامنے نظر آیا۔ میں نے نہایت دہشت کے ساتھ اُس شیر کی طرف نظر کی تو اُس کی آنکھیں آپ کی آنکھوں کی طرح نظر آنے لگیں۔ اور پھر اُس شیر کے چہرہ سے صورت انسان ظاہر ہوئی۔ اور نہایت غیظ و غضب آلودہ صورت جس کی ہیبت سے میں مراقبہ سے سر اُٹھا کر کھڑا ہوا اور توبہ و استغفار کی ٭

از انجملہ یہ کہ آپ کے مخلصوں میں سے بعض ثقات بیان کرتے ہیں کہ محمد صادق جو آپ کے مخلصوں میں سے تھے علت جذام میں مبتلا ہوئے۔ اس مرض نے ان پر بہت غلبہ کیا۔ لوگ اُن کے ساتھ کھانے پینے سے اجتناب کرنے لگے۔ اس معاملہ سے وہ نہایت تنگ دل ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عنایت و توجہ فرمانے کی التجا کی۔ آپ وفور شفقت کے باعث اُن کا حال دیکھ کر نہایت مغموم ہوئے، اور دفع مرض کے لئے توجہ کی اور اُس مرض کو اپنے جسم پر کھینچ لیا۔ چنانچہ اُن کے جسم سے جذام کا اثر آپ کے پیر پر منتقل ہو گیا۔ اور اُن کے جسم پر اُس کا مطلق نشان نہ رہا۔ ہر چند کہ اس واقع سے دوستوں کا اخلاص اور اُن کی عقیدت آپ کے ساتھ اور زیادہ ہو گئی۔ لیکن وہ اس واقع سے سخت بے آرام ہوئے۔ جب آپ نے اُن کی اور بالخصوص مخدوم زادوں کی بے آرامی مشاہدہ کی۔ پھر جناب باری تعالیٰ کی بارگاہ میں بتضرع تمام ملتجی ہوئے۔ تو بعنایت الٰہی آپ کے پیر سے بھی نشان مرتفع ہو گیا۔ اور یاران و فرزندان ارجمندان کو آپ نے اس خوشخبری کی اطلاع دی اور اپنے اعضاء دکھلائے تو اُن پر جذام کا کوئی اثر نہ تھا سب کے سب بارگاہ الٰہی میں اس کا شکر بجا لائے۔ اور یہ خارق آپ کے خوارق میں سے عجیب و غریب ہے ٭

از انجملہ یہ کہ میں نے آپ کے صادق دوستوں سے سُنا کہ ایک دفعہ آپ سیر و گشت بیابان کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس اثنا میں ایک روز سخت گرمی و تپش ہوئی۔ اور گرد و غبار بھی بہت تھی۔ بڑے مخدوم زادے اور نیز دوسرے لوگوں پر جو سب پیادہ پا تھے تشنگی اور ماندگی غالب ہوئی۔ لیکن غایت ادب کے باعث عرض کرنے کی جرات نہ کر سکے۔ لیکن اسی اثنا میں خود آپ نے مولانا سمرقندی سے جو آپ کے قدیم دوستوں اور آپ کے پیر بھائیوں میں سے تھے فرمایا کہ اس وقت

حرارت آفتاب اور گرد و غبار بہت ہے۔ اس لئے دوستوں کو آرام دو۔ مولٰنا نے فرمایا کہ جب کہ آپ کو معلوم و مکشوف ہے تو عرض کرنے کی کیا حاجت۔ آپ نے تبسم کیا اور گوشۂ چشم حق بین آسمان کی طرف کرکے کچھ زبان سے کہا۔ چند قدم بھی آگے نہیں بڑھے تھے کہ ابر کا ٹکڑا ظاہر ہو کر آپ کے اور دوستوں کے اوپر سایہ فگن ہو گیا۔ اور کسی قدر گرد و غبار بھی گم ہو گیا۔ اور شمالی ہوا باعتدال چلنے لگی۔ اور کچھ کچھ قطرے بھی گرنے لگے۔ حالانکہ اس وقت بارش کا موسم نہ تھا۔ دوستوں کے لئے اس واقع کا مشاہدہ مزید عقیدت کا باعث ہوا۔

از انجملہ یہ کہ ایک نوجوان جو سادات سے اور آپ کے طالب علموں سے تھا اور راقم الحروف سے شناسائی رکھتا تھا۔ ایک روز آب دیدہ ہو کر راقم کے پاس آیا اور ایک عجیب و غریب واقع بیان کیا جو آپ کے اعظم خوارق سے تھا۔ وہ یہ کہ اس نوجوان نے بیان کیا کہ مجھے محاربان حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور بالخصوص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سوئے عقیدت تھی۔ ایک روز اتفاق سے آپ کے مکتوبات مطالعہ کر رہا تھا۔ چنانچہ ایک مکتوب میں نے دیکھا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ شتم معاویہ کو شتم حضرت صدیق رضی اللہ تعالٰی کے برابر جانتے تھے اور جو حد شاتم حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے تجویز کرتے تھے وہی حد شاتم معاویہ کے لئے۔ اس مضمون کو پڑھ کر میں نہایت برآشفتہ ہوا اور یہ کہکر کہ یہ آپ نے کیا لکھا ہے۔ مکتوبات سرہانے کی طرف زمین پر ڈال کر سو رہا۔ شب کو آپ کو خواب میں دیکھا کہ بغیظ و غضب تمام آنکر آپ نے میرے دونوں کان ملے۔ اور فرمایا۔ اے طفل نادان تو ہمارے مکتوب پر اعتراض کرتا ہے اور اُسے زمین پر پھینکتا ہے۔ اگر تو ہماری بات کو باور نہیں کرتا تو آ۔ میں تجھے اُس شخص کے پاس لے چلتا ہوں، جو تجھے پسند ہے۔ غرض آپ مجھے کھینچ کر ایک باغ کی طرف لے گئے اور مجھے باغ کے کنارہ پر چھوڑ کر آپ ایوان کے اندر گئے جس میں ایک بزرگ نورانی صورت بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ بتواضع تمام سلام علیک کرکے اُن کے سامنے دو زانو بیٹھ گئے اور کچھ گفتگو کی۔ ان بزرگ نے دور سے میری طرف نگاہ کی اور کچھ اشارات کئے گویا میری بابت کچھ فرماتے

ہیں۔ اور تھوڑی دیر کے بعد آپ اُٹھے اور مجھے اُن کے نزدیک لے گئے فرمایا کہ جو تشریف فرما ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ہیں۔ سنو یہ کیا فرماتے ہیں۔ مَیں نے سلام علیک کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہرگز ہرگز اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوء عقیدت نہ کرنا۔ اس بات کو ہم اور ہمارے بھائی ہی جانتے ہیں کس نیت خیر کے ساتھ ہمارے منازعت واقع ہوئے +

اس کے بعد آپ نے خواجہ صاحب کا نام لیکر فرمایا کہ جو کچھ یہ کہتے ہیں ہرگز اُن کی نصیحت سے مُنہ نہ موڑنا +

جب مَیں نے دل کی طرف رجوع کیا۔ تو دل ابھی صاف نہیں ہوا تھا۔ اور وہی سوء عقیدت موجود تھی +

آپ نے (حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے) مجھے ایک طمانچہ مارنے کیلئے اشارہ کیا۔ خواجہ صاحب نے نہایت زور سے میری گُدی پر ایک طمانچہ مارا +

اس کے بعد مَیں نے دل میں کہا کہ تو نے اُن لوگوں کی عداوت آپ کی محبت و رضامندی کے لئے اختیار کی تھی لیکن آپ ناخوش ہوتے ہیں تو اب تُو دل سے اُن کی عداوت نکال ڈال۔ چنانچہ اس کے بعد مَیں نے دیکھا کہ میرا دل صاف ہو گیا +

بعد ازاں مَیں خواب سے بیدار ہوا۔ اور اب میں اُسی طرح اپنے سینہ کو عداوت سے صاف پاتا ہوں۔ اور اُس جواب و خطاب کی لذت اب تک دل میں موجود ہے۔ اور حضرت خواجہ صاحب کے ساتھ اعتقاد سو حصّہ زاید ہو گیا ہے +

از انجملہ یہ کہ ایک فوجی امیر آپ کے مریدوں میں سے تھا۔ ایک روز اُس نے سُنا کہ آپ فلاں وزیر کے مکان پر تشریف لے گئے ہیں۔ اس خبر سے وہ نہایت دل تنگ ہوا۔ اور کہنے لگا کہ آپ کے لئے مُناسب نہیں تھا کہ دنیاداروں کے پاس تشریف لیجاتے +

آپکا ایک مخلص اس جگہ حاضر تھا۔ ضرور آپ کسی مسلمان کی حاجت براری یا کسی اور مصلحت سے تشریف لیگئے ہونگے۔ تمہیں اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔ اس

جواب سے وہ امیر خاموش ہو گیا۔ شب کو اس نے خواب میں دیکھا کہ غیبیوں کی ایک جماعت انکا اس سے مجھوم گئی۔ جس طرح کسی مجرم کو گرفتار کرنے کے لئے لوگ مجھوم جاتے ہیں اور اُس کے مذکورہ بالا اعتراض کا ذکر کر کے چھری کھینچ کر اُس کی زبان قطع کرلیں۔ بتضرع بسیار اُس نے معذرت اور توبہ و استغفار کیا۔ تو اُنہوں نے اُس سے درگذر کی۔ اس کے بعد سے پھر کبھی اُس نے آپ پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

از انجملہ یہ کہ جناب حاجی عبدالحق جو متورع فاضل اور ارباب دل ہو تھے، بیان کرتے ہیں کہ میں ایک فو علماء وقت کی مجلس میں حاضر ہوا۔ اتفاق سے آپکا ذکر خیر ہوا۔ اور اُن بزرگ نے آپ کے حق میں طعن و ملامت کرنا شروع کیا۔ ہر چند کہ میں نے اُن سے کہا کہ میں آپ کی صحبت سے مشرف ہوا ہوں۔ میں نے اور بھی بہت سے اولیا و عرفا دیکھے ہیں، میں یقیناً جانتا ہوں کہ آپ رجال اللہ سے ہیں ان بزرگ نے بہت کچھ طول طویل گفتگو کی۔ میں نے کہا کہ میں اور آپ وضو کر کے دوگانہ ادا کریں اور بعد ادائے دوگانہ بہ نیاز و توجہ تمام قرآن مجید کھولیں جو کلمہ شروع میں نکلے اُس سے آپ کے حال کی طرف اشارہ سمجھیں۔ اور اس طرح ہم اپنی بحث ختم کریں۔ چنانچہ اُنہیں میری یہ رائے پسند آئی۔ اور ہم نے وضو کر کے دوگانہ ادا کیا۔ اور بتوجہ و خضوع تمام مُصحف کھولا۔ تو پہلی آیت یہ نکلی رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ یہ بزرگ حیرت کرنے لگے اور اپنی گفتگو پر نادم ہوئے میں بھی اللہ عزوجل کا شکر بجالایا اور اس کرامت سے میرا اخلاص آپ کے ساتھ زیادہ ہو گیا۔

از انجملہ یہ کہ بعض ثقات بلکہ مخدوم زادہائے عالیشان بھی بیان کیا کرتے تھے کہ ایک تاجر کا کچھ مال چوری گیا۔ تاجر نے آپ کے ایک نوجوان عزیز کو جو اُس کی ہمسائیگی میں رہتا تھا متہم کیا۔ نوجوان بخوف اہانت و آزار اُس جگہ سے فرار ہو گیا۔ کوتوال سرہند کو جب اس کی خبر ہوئی۔ تو اُس نے آپ کو طلب کیا۔ چونکہ آپ جانتے تھے کہ دوستوں سے اس واقعہ کی برداشت نہیں ہو گی۔ اس لئے آپ نے اُنہیں تو رخصت کر دیا۔ اور خود ایک خادم کو لے کر کوتوال کے پاس گئے۔ کوتوال نے آپ کو سخت و درشت کہنا شروع کیا۔ لیکن آپ بہ ملائمت جواب دیتے رہے۔ اتفاق

سے مولانا طاہر بدخشی کا وہاں سے گذر ہوا، تو اُنھوں نے کوتوال سے کہا کہ تم نے ایسے شخص کو اپنے پاس طلب کیا ہے۔ آپ نے مولانا کو منع کیا۔ غرض کوتوال نے آپ کو رخصت کر دیا۔ کوتوال کی اس بے ادبی کو چند روز ہی گذرے تھے کہ اُس کے اور چند اہل شہر کے درمیان خصومت عظیم واقع ہوئی اور نوبت لڑائی کی پہنچی۔ کوتوال مع لپنے فرزندوں اور خادموں کے بالاخانہ پر چڑھ آیا۔ بالاخانہ کے نیچے بارود بھری ہوئی تھی۔ اتفاق سے نہ معلوم کیونکر اُس میں آگ لگ گئی اور اُس نے کوتوال کو مع اُس کے تمام خویشوں کے اُڑا دیا۔ اور پھر اُن کی لاشوں تک کا پتہ نہیں لگا۔

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

از انجملہ یہ کہ ایک امیر کو سلطان وقت نے بغیظ وغضب لاہور سے طلب کیا چونکہ اُس سے تقصیرات بہت وقوع میں آئی تھیں۔ اس لئے بادشاہ کے غیظ وغضب سے لوگوں کو یقین تھا کہ بادشاہ اُسے سزائے قتل دیگا۔ امیر بھی سخت خائف اور ہراساں ہو رہا تھا۔ جب سرہند پہنچا تو غائبانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نہایت اخلاص کے ساتھ حمایت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا خاطر جمع رکھو، انشاء اللہ تم کو کوئی گزند نہیں پہنچیگی۔ بلکہ سلطان توجہ و مہربانی کریگا۔ اُس شخص نے کمال اضطراب کے باعث عرض کیا کہ جو کچھ جناب نے اس مخلص کے حق میں فرمایا ہے۔ اُسے جناب ایک رقعہ پر تحریر فرمادیں تاکہ مجھے اطمینان کامل ہو جائے۔ جب اس نے بہت اصرار کیا۔ تو آپ تبسم کرنے لگے اور رقعہ پر لکھ دیا کہ فلاں شخص نے سلطان وقت کے خوف سے کہ نمونۂ غضب الٰہی ہے فقرا کی طرف رجوع کیا ہے اور فقرا نے اُسے اس مہلکت سے رہائی بخشی۔ جب یہ شخص رخصت ہو گیا تو چند روز کے بعد خبر آئی کہ بادشاہ نے اُسے بہت کچھ آزار پہنچائے اور جیل میں بھیجدیا۔ آپ نے تبسم کر کے فرمایا کہ جب بعض فقرا پر صبح صادق کی طرح ظاہر ہو گیا ہے کہ سلطان اُس پر عنایت و شفقت کریگا۔ لہذا یہ خبر راست نہیں معلوم ہوتی۔ دو تین روز کے بعد خبر آئی کہ جب وہ بادشاہ کے حضور میں پہنچا تو بادشاہ نے اُسے چند کلمات نصیحت کے کہے اور خلعت دیکر اُسے رخصت کیا۔

از انجملہ یہ کہ ایک سلاطین زادہ کو بادشاہ وقت نے محبوس کیا اور سزائے قتل

اُس کے لئے تجویز کی۔ بیچارہ ہر طرف دست و پا پٹکنے لگا اور فقرا کی طرف بھی رجوع کیا۔ اتفاق سے اُس کی خوش نصیبی تھی کہ آپ آگرہ تشریف لے گئے۔ محبوس نے آپ کے ایک مخلص کو جس کے ساتھ اُس کی شناسائی تھی طلب کیا اور اُن کے ذریعہ اُس نے آپ سے توجہ خاص کرنے کی درخواست کی اور بہت کچھ تضرّع و الحاح کیا اُنہوں نے اُس کا معروضہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ شب کو آپ اُس کے معاملہ کی طرف متوجہ ہوئے اور صبح فرمایا کہ اُسے خوشخبری سنا دو کہ تم قتل سے رہا کر دیئے گئے۔ اور حبس سے بھی عنقریب رہا کر دیئے جاؤ گے۔ لیکن بوجہ اضطراب کے اُس شخص کو اطمینان نہیں ہوا۔ ایک مجذوب سے بھی اُس نے خلاصی کا التماس کیا مجذوب کی بھی زبان سے نکلا کہ خاطر جمع رکھ آخر الامر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اُس نے حبس سے خلاصی پائی اور اپنے منصب پر پہنچ گیا +

راقم الحروف نے یہ حکایت خود سلطان زادہ کی زبان سے سُنی اور اُس کو آپ کا ممنون احسان پایا +

جو عزیز کہ اس معاملہ کے درمیان میں تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ نے مجھے اُس کی خلاصی کی خوشخبری سُنائی میں نے عرض کیا کہ جب تک کہ آپ وقت کی تعیین نہ فرمائیں گے دلوں کو اطمینان نہ ہوگا۔ جب میں نے بہت الحاح کی تو آپ نے فرمایا کہ صبح کے وقت رہائی پائیگا۔ چنانچہ آپ کے فرمانے کے بموجب صبح کے وقت اُس نے خلاصی پائی +

از انجملہ یہ کہ اس سلسلۂ شریفہ کے ایک دولتمند پیرزادہ کو جو ماں کی طرف سے شاہی خاندان سے بھی تھا، مرض قولنج لاحق ہوا۔ مدت تک اطبّا کا علاج معالجہ بھی کرتا رہا۔ لیکن مُطلق فائدہ نہیں ہوا۔ اور درد کے باعث شب و روز نیند بھی نہیں آتی تھی چنانچہ اُس نے اپنے ایک دوست کو اس فقیر کے نزدیک بھیجا کہ میں اُن کے معاملہ میں خواجہ صاحب سے توجہ کرنے کے لئے عرض کروں۔ مجھے نماز عصر کے بعد اُس کی خبر پہنچی تھی، بعد نماز عشا خلوت کے موقع پر میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ فرمایا انشاء اللہ میں توجہ کرنے میں کوتاہی نہیں کرونگا۔ صبح آپ نے تنہائی میں مجھے طلب کر کے فرمایا۔ تہجد کے بعد میں اُن کی رفع بلیہ کی طرف متوجہ ہوا اور بارگاہ الٰہی میں دُعا کی

چنانچہ بعنایت الٰہی اُن کی تکلیف دُور ہو گئی۔ تم جا کر انہیں خوشخبری سناؤ۔ چنانچہ میں اُن کے پاس گیا۔ تو وہ مجھے دیکھتے ہی اُٹھے اور دوڑ کر مجھ سے ملے اور آبدیدہ ہو کر خود ہی کہنے لگے کہ مجھے معلوم ہے جس لئے آپ کو خواجہ صاحب نے بھیجا ہے۔ آج کچھ شب باقی تھی کہ میرا درد موقوف ہو گیا گویا تھا ہی نہیں۔ مجھے یقین ہو گیا کہ میرا معروضہ آپ نے خواجہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا اور غالباً آپ نے تہجد کے وقت میری تکلیف رفع ہونے کے لئے دعا و توجہ فرمائی۔ اور آپ کی دعا کی برکت سے میرا درد رفع ہو گیا میں نے عرض کیا حقیقت الامر یہی ہے جو آپ نے بیان کیا۔ مجھے آپ نے اسی خوشخبری کے لئے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ الحمدللہ کہ آپ اس علوِ فطرت و خلوصِ عقیدت کے باعث نامہ و پیام کے محتاج نہیں رہے۔

غرض یہ عزیز آپ کے اس خارق کے مشاہدہ کے بعد باوجود اس پیرزادگی و سلاطین زادگی اور اس جاہ و منصب کے آپ کی انابت میں پہنچے اور آپ کے جملہ مخلصین و نیازمندوں میں داخل و شامل ہوئے۔ چنانچہ ہمیشہ پیادہ پا آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور بارگاہ الٰہی میں آپ کے وجود باجود کا شکر بجالایا کرتے تھے کہ تا دیر اللہ تعالےٰ زمانہ میں آپ کو باقی و پائندہ رکھے۔

ایک درویش اور اُس کی اہلیہ آپ کے مخلصوں میں سے تھے اور ایک خاص وجہ سے اُنہوں نے مُلتان کی سکونت اختیار کی ہوئی تھی۔ جن دنوں کہ آپ لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ درویش آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدمبوس ہوا۔ دوسرے دن فقیر کے ذریعہ اس نے عرض کیا کہ میری اہلیہ مدت سے کئی ایک امراض میں گرفتار ہے اور طبابت سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک مرض کا علاج کرنے سے دوسرا مرض بڑھ جاتا ہے۔ ویسے مختلف لوگوں کی دوا دارو بھی کی۔ اُن سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اُمید ہے کہ میری طرف توجہ خاص فرمانے کے لئے عرض کرینگے۔ چنانچہ میں نے اُن کا معروضہ آپ کی خدمت بابرکت میں عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا میں شفاء فاتحہ پڑھونگا۔ درویش نے مجھ سے کہا تھا کہ میری اہلیہ نے مجھے تاکید کی ہے کہ آپ کی خدمت میں اس قدر تضرع و الحاح کرنا کہ جب تک آپ یہ نہ کہیں کہ میں نے اُسے اپنی حفاظت میں لے لیا اور اُس کے امراض رفع کر دئے۔ تم خاطر جمع رکھو

اُس وقت تک تضرع والحاح کئے جاتا ۔میں نے اُس کا یہ معروضہ بھی آپ کی خدمت میں عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا یہ کیا تکلیف مالایطاق ہے ۔ہم فقرا کی طرف سے دُعا و فاتحہ ہے ۔ اور جو کچھ کرتا ہے حق سبحانہٗ و تعالےٰ کرتا ہے ۔میں نے گستاخی کر کے عرض کیا کہ وہ آپ کے مرتبہ و مقام کے لحاظ سے تو اسے تکلیف مالایطاق نہیں سمجھتا ۔بلکہ آپ کے مرتبہ و مقام کے لحاظ سے تو وہ اسے بہت آسان سمجھتا ہے ۔آپ خاموش ہو گئے ۔دوسرے روز میں نے آپ کی خدمت میں پھر عرض کیا کہ وہ بیچارہ اُمیدوار ہے اور چاہتا ہے کہ محروم نہ رہے ایک ساعت کے بعد آپ نے فرمایا کہ خوش ہو جاؤ میں نے ویسا ہی کیا جیسا کہ وہ چاہتا ہے ۔خاطر جمع رکھو +

درویش آپ کی قدمبوسی کر کے رخصت ہوا ۔اور ہم خبر شفا پہنچنے کے منتظر رہے چند روز کے بعد اس کا خط آیا ۔اس نے لکھا تھا کہ جب میں یہاں پہنچا، تو میں نے اپنی اہلیہ کو تندرست پایا ۔ دنوں کا حساب کرنے سے معلوم ہوا کہ جس روز سے خواجہ صاحب نے فرمایا تھا اُسی روز سے ایک ایک مرض رخصت ہونا شروع ہوا +

راقم الحروف نے آپ کی خدمت میں عرض کیا ۔تو آپ نے تبسم کیا ۔ اور حق تعالےٰ کی حمد و ثنا کی +

مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم سلمہٗ اللہ تعالےٰ کی بیاض میں میں نے دیکھا کہ اُس میں لکھا ہوا تھا کہ ایک دفعہ طاعون کا غلبہ ہوا ۔لوگوں نے ایک عزیز کے بارے میں خوابہائے ناخوش دیکھے اور آپ کی خدمت عرض کئے ۔ آپ نے اُن عزیز کو بُلا کر حصن حصین کا ختم پڑھنے کے لئے فرمایا ۔چنانچہ اُنہوں نے ختم پڑھ کر آپ کو اطلاع دی ۔آپ نے فاتحہ پڑھی ۔بعد ادائے فاتحہ فرمایا کہ اثنائے فاتحہ خوانی میں میں نے تمہارے گرداگرد ایک قلعہ دیکھا ہے ۔لیکن بعض اطراف سے کچھ شکستہ معلوم ہوتا ہے ۔شاید تمہارے ختم میں کچھ کوتاہی و قصور واقع ہوا ہوگا +

اُس شخص نے جا کر پھر ایک اور ختم پڑھا ۔آپ نے فرمایا کہ قلعہ نزدیک نظر آتا ہے ۔اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ معاملہ عجیب ہے ۔پہلا قلعہ میں نے دیکھا کہ تمہارے پاس سے منتقل ہوا ۔میں نے گمان کیا کہ میرے گرد آگیا ۔لیکن وہ تمہارے برادر زادہ کے گرداگرد ہو گیا ۔ اور اچھی طرح اُس کا احاطہ کر لیا ۔ان کا برادر زادہ امراض صعبہ میں مبتلا تھا

اور اطبا اُس کے علاج سے عاجز آ گئے تھے انہیں دنوں میں اُس نے بھی صحت پائی اور خود یہ عزیز بھی بعافیت رہے +

از انجملہ یہ کہ مولانا محمد امین جو خواجہ دیوانہ سورتی کے مریدوں میں سے تھے مدت سے ایک سخت مرض میں مُبتلا تھے۔ علاج معالجہ اور دُعا دوا سب کچھ کر چکے تھے کسی سے کچھ آرام نہ ہوا۔ آپ کی شہرت سُنے ہوئے تھے۔ لہذا ایک عریضہ آپ کی خدمت میں بھی ارسال کیا اور عنایت و توجہ کے طالب ہوئے۔ آپنے اُن کے حال پر ترحم کیا۔ اور ایک پیراہن مع ایک عنایت نامہ کے ارسال فرمایا۔ اور وہ عنایت نامہ یہ ہے +

مخدومی بے تک و دو مہربان کی طرح اپنے لئے لڑنا چاہیے۔ اور کہاں تک غصہ و غم میں پیچ و تاب کھانا چاہیئے بہتر ہے کہ خود کو اور سب کو مردہ خیال کرے اور جمادات کی طرح اپنے آپ کو بے حس و حرکت سمجھے۔ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ نص قاطع ہے۔ اس قلیل عرصہ میں ذکر و شغل کے ذریعہ ازالہ مرض قلبی کا کرنا چاہیے۔ اور یاد الٰہی اعظم مقاصد سے ہے۔ جو دل گرفتار غیر ہے اُس سے کیا کچھ خیر کی توقع ہو سکتی ہے اور جو رُوح کو اسفل کی طرف مائل ہو۔ اُس رُوح سے نفس امارہ بہتر ہے۔ اس جگہ سلامتی قلب ڈھونڈتے ہیں اور خلاصی رُوح چاہتے ہیں۔ ہم کوتہ اندیشوں کی رُوح قلب تحصیل اسباب میں گرفتار رہے۔ ہیہات ہیہات کیا کرنا چاہیے۔ وَمَا ظَلَمَھُمُ اللّٰہُ وَلٰکِنْ کَانُوْا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ +

آپ ضعف ظاہری کا اندیشہ نہ کریں انشاء اللہ تعالےٰ صحت و عافیت سے مُتبدل ہو جائیگا۔ خاطر جمع فرمائیں۔ جامۂ فقرا جو آپ نے طلب کیا ہے پیراہن ارسال ہے اُسے آپ پہنیں انشاء اللہ تعالےٰ نتائج و ثمرات کثیر البرکت ظاہر ہونگے

ہر کس افسانہ بخواند افسانہ است

وانکہ دیدش نقد خود مردانہ است

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفےٰ علیہ وعلیٰ اٰلہٖ من الصلوٰۃ افضلھا ومن التحیات اکملھا +

غرض اُن عزیز نے آپ کا پیراہن پہنا اور مرض اکثر سالہ سے رہائی پائی اور

آکر آپ کے مریدوں میں داخل ہوئے ۔

از انجملہ یہ کہ آپ کے مخلصوں میں سے ایک فاضل بیان کرتے ہیں کہ آپ کے ساتھ میری ارادت کا باعث یہ ہُوا کہ میرا ایک عزیز جس سے میں محبّت رکھتا تھا، ایک دفعہ وہ سخت بیمار رہُوا۔ دوا اور علاج معالجہ بہت کیا۔ لیکن سود نہ دیا۔ ایک دوست نے آپ کا ذکرِ خیر کیا۔ لہٰذا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اور مریض کے لئے آپ سے توجّہ و فاتحہ کا التماس کیا۔ آپ حُجرہ کے اندر تشریف لے گئے اور ایک لمحہ بھر کے بعد باہر آئے۔ اور فرمایا، فلاں طالب العلم جس نے فاتحۂ شفا طلب کی تھی، کہاں ہے۔ مَیں حاضر ہُوا۔ فرمایا، ہم نے فاتحۂ مغفرت پڑھ دی۔ مَیں حیران ہوکر اپنے گھر واپس گیا۔ جو سرہند سے کئی کوس کے فاصلہ پر واقع تھا۔ مَیں نے رستہ میں اپنے دل میں کہا۔ مغفرت کا لفظ اُس کے فوت ہونے پر صراحت رکھتا ہے اگر واقع یہ ہے تو یہ آپ کا خارقِ عظیم ہے۔ مَیں واپس آکر آپ کا مرید ہونگا۔ جب مَیں گھر پہنچا تو لوگ اُس کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو چکے تھے۔ مَیں نے جب وقت کا حساب کیا۔ تو معلوم ہُوا کہ جب اُس کا انتقال ہُوا تو آپ کو اس کا علم ہو گیا اور مجھے بُلا کر آپ نے فرمایا کہ ہم نے اُس کی فاتحۂ مغفرت پڑھ دی۔ مَیں واپس آکر آپ کا مرید ہُوا ۔

از انجملہ یہ ہے کہ راقم الحروف سے آپ کے ایک مخلص نے بیان کیا۔ کہ میں ایک کام کے لئے لاہور سے بُرہان پور جانے لگا تو رستہ میں سرہند ہوتا ہُوا آپ کی خدمت میں بھی حاضر ہُوا۔ یہاں پہنچکر مجھے اس قدر ضعف لاحق ہُوا کہ بُرہان پور جانے میں تردّد کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا کام چونکہ ضروری ہے اس لئے ضرور چلے جاؤ۔ انشاء اللہ خیریت ہے۔ مَیں حسب الامر روانہ ہُوا۔ دو تین منزل کے بعد ضعف نے بہت غلبہ کیا۔ مَیں نے دل میں کہا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ خیریت ہے چلے جاؤ لیکن اب صورتِ حال تو یہ ہے۔ مَیں اسی اضطراب اور پیچ و تاب میں تھا کہ آپ مجھے نظر آئے اور فرمایا خاطر جمع رکھو، مَیں نے تمہارا ضعف دفع کر دیا۔ چنانچہ صبح مَیں نے دیکھا کہ ضعف کا کوئی اثر باقی نہیں رہا۔ جب دہلی پہنچا تو ایک دوست نے مجھے ایک گرم معجون کھانے کے لئے دی۔ اس کے کھانے سے ضعف پھر عود کر آیا۔ اور مَیں

بچھونے پر پڑا رہا۔ اور آپ کی خدمت میں التماس کیا۔ دو روز نہیں گذرے کہ ایک قدیمی دوست جو آپ کی خدمت میں رہتا تھا دروازہ سے آتا ہوا نظر آیا۔ میں نے پوچھا خیر ہے۔ کہا خواجہ صاحب نے مجھے بُلا کر فرمایا کہ خود کو اپنے فلاں دوست کے پاس پہنچاؤ۔ کیونکہ وہ سفر میں ہے اور ضعف اُس پر غلبہ کرتا ہے۔ اس لئے کوئی تم جیسا مہربان اُس کے ہمراہ ہونا چاہئے۔ اور چلتے وقت آپ نے مجھے یہ مصری کی تھیلی بھی دی کہ تمہیں پہنچا دوں۔ یہ مصری تمہارے ضعف رفع کرنے کے لئے تجویز کی ہے۔ لیکن اطبا نے مجھے اس کا شربت پینے سے منع کیا کہ غلبۂ تپ میں شیرینی اور ٹھنڈا شربت پینا مُضر ہے۔ مَیں نے کہا طبیبوں کے کہنے کو رہنے دو۔ یہ دوا میرے لئے طبیب الٰہی نے بھیجی ہے۔ چنانچہ مَیں نے اُس کا شربت کر کے پیا۔ اور میرا نصف ضعف اُس سے کم ہو گیا۔ باقی نبات دوسرے روز پی تو ضعف بالکل جاتا رہا۔ اور تپ بھی نہ رہی۔ حاضرین اس واقع سے نہایت متعجب ہوئے۔ اور آپ کے معتقد ہو گئے +

از انجملہ یہ کہ ایک روز راقم الحروف عفی اللہ عنہ سورۂ بنی اسرائیل تلاوت کر رہا تھا۔ جب آیۂ کریمہ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا پر پہنچا تو دل پر خطرہ گذرا کہ ادائے نماز تہجد کو نصیب برکات مقام محمود میں تو شاید کوئی دخل نہیں ہے۔ آپ سے پوچھنا چاہئے +

چنانچہ مَیں اس ارادہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ وضو کر رہے تھے۔ آپ نے فی الفور فرمایا کہ نماز تہجد کو لازم رکھو۔ عرض کیا ہاں ادا کرتا ہوں۔ فرمایا جو شخص تہجد پڑھتا ہے مقام محمود سے بہرہ تمام حاصل کرتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی۔ مَیں نے عرض کیا کہ مَیں اس بات کے پوچھنے کے لئے حاضر ہوا تھا الحمد للہ کہ جناب کی توجہ سے بلا استفسار کے غرض حاصل ہوئی +

نیز راقم الحروف عفی اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ جن دنوں کہ آپ نے اس کمترین کو طریق رابطہ میں مشغول کیا تھا ان دنوں بندہ پر راہ عشق بازی کھلی ہوئی تھی ایک روز مَیں نے یہ رُباعی پڑھی ؎

اے آنکہ ملائک مگس قند تو اند ۔۔۔ دل سوختگانِ عشق اسپند تو اند

کانِ نمک از لعلِ تو آوارہ بجوہ عالم ہمہ در شور شکر خندِ تواند

آپ نے بجرد استماع اس رباعی کے فرمایا کہ کسی کی مدح اتنی نہیں کرنی چاہئے۔ کہ اُس سے کسی اور بزرگ کی قدح لازم آئے۔ ملائکہ بیس بزرگ ہیں۔ جمہور اہلِ سُنّت کا مسلک یہی ہے کہ عوام ملائکہ عوام بشر سے کہ اولیا اور اُن سے کم درجہ کے مُسلمان ہی افضل ہیں اُن کو گمس قند کہنا نا ملایم ہے۔ بندہ نے چاہا کہ حضرت مولانا روم کی اُس بیت سے جو آپ کی زبان مُبارک سے ابھی مذکور ہوئی استشہاد کروں۔ لیکن معارضہ سمجھ کر میں خاموش رہا۔ لیکن آپ نے خود فرمایا کہ مُبادا مولانا روم کی بیت ؎

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
گر مَلک باشد سیاہش شد ورق

پر تم نے بھروسہ کیا ہو۔ کیونکہ خاصانِ حق سے غالبًا مولانا روم قدس سرہٗ کی مراد انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسلام ہونگے یا یہ کہ مُبالغہ کے طور پر کہا ہوگا۔ اور یا یہ کہ حالت سُکر میں اُن سے صادر ہوا ہوگا +

آپ کے کئی ثقہ دوست نقل کرتے ہیں کہ ایک سفر میں آپ ایک سرائے میں اُترے۔ بعد ازاں آپ نے دوستوں سے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ سرائے میں کوئی بلا نازل ہوگی اور تمام اہل سرائے کو پہنچیگی۔ دوستوں میں سے ہر ایک کے کہہ دو کہ دُعائے ماثورہ بسم اللّٰہ الذی لا یضرّ مع اسمہٖ شیءٌ فی الارض ولا فی السّماء اور اعوذ بکلمات اللہ التّآمات من شرّ ما خلق کا ورد کرتے رہیں۔ کیونکہ جو شخص اس دُعا کا ورد کرتا رہیگا۔ وہ اُس بلا سے انشاء اللہ تعالےٰ محفوظ رہیگا +

آپ کے زمانے کو قریبًا دو گھنٹہ گذرے ہونگے کہ اس سرائے میں ایک طرف سے آگ لگ گئی اور بہت زور پکڑ گئی۔ یہاں تک کہ لوگ اُسے بجھاتے بجھاتے عاجز ہو گئے۔ بہت سے مکانات اور بہت کچھ مال متاع جل گیا۔ مولانا عبدالمومن لاہوری کا اسباب بھی جلگیا۔ یہ آپ کے مخلصوں میں سے تھے۔ وہ جلا ہوا اسباب اُٹھا کر آپ کے پاس لائے۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں دُعائے ماثورہ پڑھنے کی کسی نے خبر نہیں کی۔ اُنھوں نے عرض کیا جی نہیں۔ آپ نے دوستوں کو عتاب کیا۔ غرض جس جس نے دُعائے ماثورہ ورد کی اُس کا تمام اسباب جلنے سے محفوظ رہا +

ایک فقیر جو حدود دکن میں سکونت رکھتا تھا۔ اگرچہ آپ کی خدمت سے شرف اندوز نہیں ہوا تھا لیکن غائبانہ آپ کی شرف ملازمت خدمت کا بہت مشتاق و آرزومند تھا۔ چنانچہ کمال اشتیاق اور استدادِ ایام محرومی و فراق کے باعث اُس نے آپ کی خدمت میں ایک عریضہ بھی ارسال کیا تھا۔ آپ نے اُس کے جواب میں عنایت نامہ لکھا۔ اور اُس میں تحریر فرمایا کہ تمہارا نامہ پڑھتے وقت تمہاری انبساط و خوشی کی کیفیت اُس نواح میں بکثرت نظر آئی اور اُمیدوار کیا۔ الحمد للہ والمنۃ علے ذٰلک اس عنایت نامہ کے پہنچنے سے ایک سال کے بعد درویش آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ عرصہ رہکر الطاف و توجہات دیکھیں اور پھر دکن رخصت ہوا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آپ کے فرمانے کے بموجب قریباً ایک ہزار سے زائد لوگ اُس درویش کے ذریعہ طریق نقشبندیہ میں داخل ہوئے۔ اور ایک جم غفیر صاحب ذوق و حال ہوگیا۔ اور بہت سے فسق و فجور سے صلاحیت پر ہو گئے۔ اور یہ آپ نے اُس درویش کے حق میں پانچ سال پیشتر سے فرمایا تھا +

نیز صوبہ دکن میں ایک خان رہتا تھا اور علما و صلحا اور عارفوں سے کمال محبت رکھتا تھا۔ اور بالخصوص آپ کے ساتھ بھی اُس کو بہت اعتقاد تھا اتفاق ایسا ہوا کہ ناگاہ وہ اپنی سرداری سے معزول کر دیا گیا۔ سُلطان وقت اُس سے اور اُس کے فرزندوں سے نہایت بدگمان ہوگیا۔ یہ بھی خوف تھا کہ کہیں یہ قتل نہ کروا دیا جائے سیّدی مرشدی میر محمد نعمان اس خانخانان محبّ الفقرا سے واقف تھے۔ لہذا اُن کا حال اُنہوں نے آپ کی خدمت میں لکھ بھیجا اور التماس کیا کہ آپ ان کے معاملہ میں توجہ خاص فرمائیں کہ پھر اپنے منصب پر پہنچ جائے اور آفات سے محفوظ رہے۔ آپ نے اُنہیں بجواب تحریر فرمایا کہ آپ کا نامہ مطالعہ کرتے وقت خانخانان عالیشان نظر آیا آپ اُن کے معاملہ میں خاطر جمع رکھیں +

میر صاحب نے آپ کا عنایت نامہ خانخانان کے پاس بھیج دیا۔ وہ اُسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اُن کا شکریہ بجا لائے۔ اور کہنے لگے کہ رہائی بہت دشوار معلوم ہوتی ہے کہ سلطان میری طرف سے سخت بدگمان ہوگیا ہے اور حاسدوں نے بھی اس معاملہ کو بہت اشتعال دیا ہے۔ تاہم بزرگوں کی توجہ و برکت سے میری خلاصی تو

عجب نہیں۔ چنانچہ دس بارہ دن کا بھی عرصہ گذرنے نہ پایا تھا کہ سلطان نے اس کے حال پر شفقت کی اور پھر اس کو صوبہ داری پر بحال کر دیا۔ اور الطاف و عنایات کیں ؛

از انجملہ یہ کہ ایک سجادہ نشین دُور دراز سے بمحبت تمام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کی قدیم عادت تھی کہ آپ کے پاس آنے والوں اور بالخصوص مشائخ و صلحا کے ساتھ کمال بشاشت اور تواضع و مہربانی سے پیش آتے تھے۔ لیکن ان عزیز کے حق میں آپ کے کچھ زیادہ الطاف و توجہات ظہور میں نہیں آئیں بعض مخلصوں نے عرض کیا کہ یہ عزیز مشاہیر مشائخ سے ہے اور باخلاص تمام دور و دراز سے خدمت عالی میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ نے اُن پر کچھ زیادہ توجہات نہیں فرمائیں آپ نے فرمایا کہ میرا گمان بھی یہی تھا۔ لیکن کیا کیا جائے کہ میں اس کی پیشانی پر لفظ انکار بخط جلی دیکھتا ہوں۔ دوستوں کو تعجب ہوا۔ چنانچہ بعد ایک مدت کے آپکے آثار فراست ظاہر ہوئے۔ اتقوا فراسۃ المومن فانہٗ ینظر بنور اللّٰہ ؛

از انجملہ یہ کہ ایک درویش نے فقیر سے بیان کیا کہ میں نے آپ کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کر کے یہ راز دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے، صحابہ کرام بیک صحبت جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کمل اولیا سے اور غیر صحابہ سے افضل ہوئے۔ کیا اسی ایک صحبت میں اُن پر کوئی حالت طاری ہو جاتی تھی کہ جس کے باعث وہ افضل اُمت ٹھیرے ؛

آپنے بجواب اس کے تحریر فرمایا کہ حل اس سوال کا صحبت و خدمت سے تعلق رکھتا ہے ؛

درویش بیان کرتا ہے کہ میں آپ کی خدمت و صحبت میں حاضر ہوا۔ اور اول صحبت ہی میں مجھ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ شرح بیان میں نہیں آسکتی۔ آخر اسی روز آپ نے مجھے بُلا کر فرمایا کہ دیکھو آج ہی میں نے تمہاری حالت کو بدل دیا۔ تمہاری صورت حال کچھ اور ہی ہو گئی۔ اس سے اپنے سوال کا حل سمجھ سکتے ہو ؛

میں نے سر نیاز اس سرو بوستان کی خاک قدم پر رکھا۔ اور آپکے دیدۂ دل کی جوئبار سے انوار وراثت کا اقتباس کیا ؛

آپ کے بعض مخلص بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ایک سید صاحب دل آپکی

خدمت میں آ گئے۔ ذکر قلبی نے اُن پر اس درجہ غلبہ کیا تھا کہ نزدیک بیٹھنے والوں کو آواز سنائی دیتی تھی۔ اور جب سو جاتا تو اس سے دو چند آواز سنائی دیتی تھی۔ بعض مشائخ وقت سے اجازت و خرقہ حاصل کئے ہوئے تھے اور آپ سے بھی اجازت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ جب آپ کو ان کے حال و ارادہ کی اطلاع ہوئی۔ فرمایا یہ ایک آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن غلبۂ ذکر قلبی اور ان اجازتہائے بیحاصل کی وجہ سے ان کی ترقی مسدود ہو گئی ہے۔ لہٰذا مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی یہ حالت سلب کر لی جائے۔ چنانچہ دو روز ہی نہ گذرے تھے کہ آپ نے اُن کی یہ حالت سلب کر لی۔ ہر چند کہ وہ یہ حالت بہ تکلف پیدا کرنا چاہتے تھے۔ لیکن مطلق کوئی فائدہ نہیں ہوتا تھا۔ حیران ہو کر گریہ زاری کرتے اور اشک حسرت بہاتے اور زبان حال سے یہ مصرع کہتے ع

ہر چہ اندر خانہ بود آں طرّۂ طرار برد

کئی روز تک آپ نے اُنہیں اسی طرح پیچ و تاب اور انتظار میں رکھا۔ جب آپ ان کی پندار و خودی کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ چکے تو تب آپ نے اُنہیں طلب کر کے اُن کا تفقدِ حال کیا اور احوال مخفیہ میں مشغول کیا۔ اور فرمایا کہ معاملۂ باطن مخفی رہنا چاہیئے ؎

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند
کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

از انجملہ یہ کہ آپ کے برادر خورد شیخ محمد مسعود جو آپ کے مریداں سے تھے اور صاحب کشوف تھے۔ آپ تجارت کیا کرتے تھے۔ اسی ضمن میں آپ ایک دفعہ قندھار گئے۔ انہیں دنوں میں ایک روز صبح کو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے خادم سے فرمایا۔ کہ عجیب معاملہ ہے آج مَیں نے چاہا کہ محمد مسعود کے احوال کی طرف متوجہ ہوں۔ ہر چند مَیں نے چشم مکاشفہ سے اُن کے احوال کی جستجو کی۔ لیکن زمین پر مَیں نے کہیں اُن کو نہ پایا۔ اس کے بعد پھر مَیں نے بغور اُن کی طرف توجہ کی تو اُن کی قبر نظر آئی۔ معلوم ہوا کہ حال ہی میں فوت ہوئے ہیں۔ سامعین سُنکر حیران ہوئے۔ چنانچہ چند روز کے بعد قافلہ آیا اور رفیقوں نے اُن کی وفات کی خبر پہنچائی +

از انجملہ یہ کہ جن ایام میں کہ آپ اجمیر شریف میں تشریف رکھتے تھے۔ ماہ رمضان المبارک بارش کے موسم میں آیا۔ آپ حسب ختمات قرآن مجید میں مشغول ہوئے۔

چنانچہ اول شب کو ایک تنگ مسجد میں آپ نے اپنے بعض دوستوں کے ساتھ نماز تراویح ادا کی۔ لیکن تنگی کے سبب آپ کو اور آپ کے دوستوں کو تکلیف ہوئی۔ ادائے نماز کے بعد آپ کی زبان مبارک سے نکلا ہم نے پورے ختموں کا ارادہ کیا ہے۔ اگر فضل الٰہی بارش فرصت دیتی اور نماز تراویح شب کو صحن میں پڑھی جاتی۔ تو کیا اچھا ہوتا۔ احقر نے ایک دوست سے کہا، کچھ سُنا۔ آپ نے کیا فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اب انشاء اللہ تعالےٰ ہم آخر رمضان تک شب کو بارش نہ دیکھینگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ۲۷ تاریخ تک کہ چاروں ختم ہو گئے۔ شب کو اصلا بارش نہیں ہوئی اور پھر ۲۸ تاریخ سے شب کو بارش ہونا شروع ہوئی + وکان ھذا من کرامتہ الشریف +

از انجملہ یہ کہ یہی مسجد جس کا ابھی ذکر ہوا اس کی ایک دیوار بنیاد سے ہی ٹیڑھی تھی اور ایک جانب کو میلان تمام رکھتی۔ اور آنے جانے والوں کو یہی خیال ہوتا تھا کہ امروز فردا میں یہ دیوار گر جائیگی +

آپ نے ایک روز بطور خوش طبعی فرمایا کہ جب تک ہم فقرا اس جگہ ہیں۔ ہماری رعایت کرکے یہ دیوار نہیں گریگی۔ بقول بعض اکابر ھزلنا جدٌ ع

ہزل من ہزل نیست تعلیم است

ایسا ہی ہوا۔ پھر جس روز آپ نے یہاں سے کوچ کیا۔ راقم الحروف تھوڑی دیر وہاں کھڑا رہا۔ آپ قریبًا ایک میل بھی نہیں گئے ہونگے کہ دیوار یکبارگی گر پڑی +

از انجملہ یہ کہ جن دنوں آپ لاہور تشریف رکھتے تھے۔ ایک روز نماز عشا کے بعد آپ نے مکان کی ایک دیوار کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا کہ ہرگز کوئی شخص اس دالان میں نہ سوئے۔ ایک شخص نے خوش طبعی سے اس فقیر سے کہا کہ بعض گھر تو اس سے بھی زیادہ شکستہ اور پرانے ہیں۔ اس مکان میں کیا ہو گیا کہ آج شب کو ہی گر جائیگا قریبًا دو حصہ رات گذری تھی کہ ناگہاں یہ مکان گر پڑا۔ ایک خادمہ اس دالان کے نیچے سو رہی تھی وہ اس کے نیچے دب گئی اور ایک کنیز اس کے قریب ہی سو رہی تھی اُس کے پیر پر کچھ ڈھیلے آ کر گرے۔ آپ نے غصہ ہو کر فرمایا۔ کہ میں نے نہیں کہ دیا تھا کہ اس مکان کے نیچے کوئی نہ سوئے۔ لیکن جب اُس خادمہ کو مکان کے نیچے سے نکالا تو اُسے کوئی گزند نہیں پہنچی تھی +

ازانجملہ یہ کہ ایک امیر نے چاہا کہ جا کر باغیوں کا استیصال کرے۔ امیر نے استخارۃً ایک مشائخ سے ذکر کیا۔ انہوں نے فتح کی خوشخبری دی۔ اور ان کے قتل و غارت کی ترغیب دی۔ لیکن قبل ازینکہ امیر کی دشمنوں سے مٹ بھیڑ ہو۔ مشارٌالیہ نے احتیاطاً آپ کی خدمت میں بھی ایک عریضہ ارسال کیا کہ میں نے اس باب میں فتح کی خبر دی ہے۔ آپ اس بارہ میں کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے انہیں لکھا کہ آپ نے اس مکاشفہ میں خطا کی ہے۔ معاملہ ہمارے نزدیک برعکس ہے۔ امیر چونکہ دور نکل گیا تھا۔ اس لئے آپ کے فرمودہ کی امیر کو اطلاع نہیں دیجا سکی۔ تین چار روز کے بعد امیر کی ہزیمت کی خبر آئی اور بہ پریشانی تمام واپس آیا۔

ازانجملہ یہ کہ سلطان وقت کا تیسرا فرزند جو اپنے بھائیوں میں امتیاز تمام رکھتا تھا اس کے اور باپ کے درمیان منازعت ہو گئی۔ ایک طرف باپ لشکر جرار لیکر اور ایک طرف تینوں بھائی سپاہ لیکر میدان کارزار پر پہنچے۔ بادشاہ کے لشکر سے ایک چیا ہوا خان عین کارزار کے موقع پر سپاہ پسر میں جا ملا۔ اسی طرح اور بہت سے لوگوں کے ملجانے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے شاہزادہ محب علما و فقرا او رحامی ملت بیضا تھا۔ اس موقع پر بعض اعاظم مشائخ وقت نے آپ کو عریضہ لکھا کہ درویشان و بزرگان دیار دہلی کو مکشوف ہوا ہے کہ فتح شاہزادہ کی ہو گی آپ اس بارہ میں کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس معرکہ میں معاملہ اس کے برخلاف مکشوف ہوتا ہے۔ لیکن ہاں آخر کار معاملہ شاہزادہ عالیقدار بہت خوب نظر آتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چار پانچ سال تک بڑی پریشانیاں اٹھانی پڑیں۔ اس کے بعد حق سبحانہ وتعالےٰ نے تمام بھائیوں میں اس کو پدر کا جانشین کیا۔ اور کیسا جانشین کیا کہ جمیع ممالک ہندوستان کا اس قدوۂ سلاطین کو بادشاہ کیا۔ سلمہ اللہ بالعدل و الاحسان۔

اس بادشاہ سے انتظام کچھ اور ہی ہو گیا۔ اور علما و فقرا کی حرمت و عزت کچھ اور ہی ہو گئی۔ اور شریعت نبویہ علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ و السلام نے دوسری زیب و زینت پائی۔ اس لحاظ سے راقم الحروف کے دل و زبان سے اس بادشاہ اورنگ زیب صاحب شوکت و جاہ کی تاریخ سن جلوس زینت شریعت ۱۰۶۸ نکلی۔ اللہ عز وجل بحرمت سید الانام فتح و نصرت کے ساتھ برسوں تک اس بادشاہ اسلام کو زندہ و سلامت رکھے۔

فصل ۹

آپ کی وفات کا بیان

ہجرت نبوی علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے سنہ ١٠٣٢ ہجری تھا۔ اور عمر شریف آپ کی بشمار احمد ٥٣ ترپن سال کی تھی کہ ایک روز آپ نے خاص دوستوں کو بُلا کر فرمایا کہ دنیا معلوم ہوتا ہے اور ملہم کیا ہے کہ ہماری قضائے عمر ترسٹھ ٦٣ سال ہے +

آپ اس بات سے بہت خوش تھے کہ کمال اتباع جناب سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام، عمر میں بھی آپ کو مطابقت نصیب ہوئی۔ اور کہ اسی طرح حضرت صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی عمروں کے ساتھ مطابقت میسّر ہوئی +

سنہ ١٠٣٣ ہجری میں آپ اجمیر شریف سے گئے ہوئے تھے فرمایا آثار انتقال ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ مخدوم زادے اس وقت سرہند میں تھے۔ شفقت نامہ بھیجکر آپ نے سب کو بُلا لیا کہ ایام انقضائے عمر نزدیک ہیں۔ چند روز تک آپ نے دونوں مخدوم زادوں کو خلوت میں بُلا کر فرمایا کہ مجھے اب تعلق اس جہان سے وابستگی نہیں رہی ہے، اب اُس جہان میں جانا چاہیے۔ جانے کے آثار بھی مشہود ہو رہے ہیں +

مخدوم زادے باہر نکلے تو احقر کو غم و حزن کے آثار ان کے چہروں سے نظر آئے۔ اور گلے بیں گویا رونے کی آواز بندھی ہوئی تھی۔ خادم نے گستاخی کرکے استفسار کیا۔ تو بوجہ بے آرامی و ناشکیبائی اس عاشق وشیدا کے جو اس خبر وحشت اثر سے لاحق ہوئی تھی، بندہ کو بھی خلوت میں طلب کیا۔ اور اس قضیہ کا اظہار فرمایا۔ چونکہ آپ نے اس واقعہ سے فرزندانِ عالیقدر کا حزن و اندوہ ملاحظہ کیا۔ اور نیز آپ جانتے تھے کہ ایام وصال کا زمانہ ایک سال تک دراز ہوگا۔ اس لئے آپ نے پھر مخدوم زادوں کو بُلا کر فرمایا کہ ابھی چند عرصہ تک اور ایک کام کے انجام کے لئے مجھے دیا ہے۔ اس نوید کے سُننے سے مخدوم زادے اور نیز یہ عاشق دلفگار تھیج ونور

ہوئے۔ اور ہم اس نوید سے کئی برسوں کے اُمّیدوار ہو گئے +

جن دنوں کہ آپ حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرّہٗ کے روضہ شریفہ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ مدّت تک آپ محاذی صدر اُس صدرالاولیا کے مراقب بیٹھے رہے۔ جب مراقبہ سے اُٹھے فرمایا حضرت خواجہ صاحب نے اعطاف و اشفاق بہت کئے اور تبرکات خاص سے ضیافت کی۔ اور اسرار و معارف درمیان میں لائے۔ انہیں اسرار و معارف میں سے ایک بات تھی کہ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ نظربندی لشکر سے خلاصی کی سعی کبھی نہ کرنا اور اپنے آپ کو رضائے الٰہی کے سپرد کئے رہنا۔ اس وقت خادمان مزار فائض الانوار آن کر آپ سے دستبوس ہوئے۔ اور قبر پوش روضہ متبرکہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرّہٗ جو ہر سال اُتارا جاتا تھا۔ اس دفعہ اسی روز اُتار کر آپ کی خدمت میں حاضر کیا اور عرض کیا یہ آپ کے سزاوار ہے +

آپ نے باادب تمام اُسے قبول کر کے خادم کو دیا، اور آہ سرد کھینچی اور فرمایا اس سے نزدیکتر خواجہ صاحب کے کوئی لباس نہ تھا۔ لامحالہ وہ مجھے عنایت کیا۔ یہ ہمارے کفن کے لئے محفوظ رکھو +

انہیں دنوں کا ذکر ہے کہ بندہ تہجّد کے وقت آپ کے حجرہ شریف کے پاس آکر آستانہ پر دو زانو بیٹھا ہوا تھا کہ حجرہ کے اندر سے حزیں وگریہ آلود آواز میرے کان میں پہنچی۔ تو دروازہ شریفہ کے سوراخ پر کان رکھ کر میں نے اس قطب الانام کو برقت تمام یہ بیت پڑھتے ہوئے سُنا۔ اور اشک نیاز آپ کے دیدۂ حق بین سے جاری تھے۔ بیت یہ ہے ؎

بادو روز زندگی جامے نشد سیر از غمت
وہ چہ خوش بودے کہ عمر جاودانی داشتے

جب آپ اس سفر سعادت اثر سے سرہند واپس آئے تو اپنے مکانات کے قریب اور مخدوم زادوں سے الگ ایک جگہ اختیار کی۔ اور بجز نماز پنجگانہ اور جمعہ کے باہر نہیں آتے تھے +

اور آپ کے پاس منبع الاسرار والانوار مخدوم زادوں اور اس فقیر اور چند خاص

خادموں اور دو تین درویشوں کے بہت کم کوئی آپ کے پاس جا سکتا تھا +

جب آپ خلوت اختیار کرنے کو تھے تو ایک روز آپ نے فرمایا کہ شیخ الاسلام ابو علی دقاق کا جب مشرب عالی ہو گیا۔ تو اُن کی مجلس خلق سے خالی ہو گئی + الحق او اخر عمر میں آپ کا مشرب اس قدر عالی ہو گیا تھا کہ آپ کے کاملین اصحاب ایسے معلوم ہوتے تھے جس طرح طفل نو مکتب میں داخل ہوتے ہیں +

ان ایام میں آپ بعض دوستوں سے خط و کتابت بھی کرتے تھے اور اکثر خطوط میں استعفافی بے چلے کا کلمہ لکھا کرتے تھے۔ اور بعض خطوط میں تصریح بھی کیا کرتے تھے کہ اواخر عمر نزدیک آ گئی، دیکھئے کیا پیش آتا ہے +

اُس زمانہ میں جب کہ سلاطین صوبۂ دکن میں ہرج مرج واقعہ ہو رہا تھا فقیر نے چاہا کہ عیال و اطفال کو لیکر آپ کے قدموں کے زیر سایہ آ پڑے، لیکن آپ نے رخصت کر دیا۔ بصد اندوہ و حسرت۔ بروقت رخصت میں نے عرض کیا کہ دعا فرمائیں کہ پھر بہت جلد آستانہ حق پرست سے مشرف ہوؤں۔ آپ نے ایک آہ کھینچی اور فرمایا کہ دعا کرتا ہوں کہ آخرت میں پھر ہم یکجا جمع ہو جائیں۔ اس جانگداز فقرہ نے ہوش گم کئے مع ذلک۔ جب کہ قسمت میں محرومی تھی قضا سے مقاومت نہ کر سکا۔ چار و ناچار آنکھوں سے اشک ٹپکاتا ہوا اور یہ اشعار حسرت نشان پڑھتا ہوا رخصت ہوا۔ اور اُن میں سے دو رباعیں صحیح ذیل ہیں

رباعی

سگیں گمشے حلقۂ ہر در میزد ہر سو طبل سفر اشکر میزد
چوں یافت دکان قند بادش بر بو میرفت و زیانش دست بر سر میزد

رباعی

حرفے نشنفتہ از دبستاں رفتیم غنچے نشگفتہ از گلستاں رفتیم
آوخ کہ چو آہ سرد اصحاب خمار ناخوردہ شراب دلستاں رفتیم

سنہ ۱۰۳۳ ہجری تھا کہ فقیر آپ سے رخصت ہوا +

اس کے بعد سے آپ کے زمانہ انتقال تک کے واقعات جس کی مدت ۸ ماہ ہے، شیخ بدرالدین سرہندی جو آپ کے مقبولین میں سے تھے اور مخدوم زادہ عالیقدر کی تحریر و تقریر سے التقاط کر کے لکھتا ہوں اور مع چند فوائد کے +

نصف شعبان سنہ مذکور تھا اور آپ خلوت خانہ میں عبادت الٰہی کر رہے تھے۔ اسی وقت آپ جس گھر میں عیال و اطفال رہتے تھے تشریف لے گئے۔ اس وقت ناگاہ عصمت پناہ یعنی والدہ مخدوم زادہا سلمہم اللہ کی زبان مبارک سے نکلا کہ آج شب قدر کی اور تقدیر و اندازہ کرنے یعنی جال و آمال کی رات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کس کا نام اوراق ہستی سے محو کیا ہوگا اور کسی کا ثابت قائم رکھا ہوگا ٭

آپ نے ان کا یہ کلمہ سنکر فرمایا کہ تم تو شک کے ساتھ کہہ رہی ہو لیکن اس شخص کا کیا حال ہوگا جو اپنی آنکھوں سے معائنہ کر رہا ہے کہ اس کا نام صحیفۂ زندگانی اینجہانی سے محو کر دیا۔ اس راز ہوش رُبا کو فرما کر ایک آہ دل اسرار منزل سے نکالی ٭

انہیں دنوں آپ کے محرمانِ خاص نے جرأت کر کے اس عزلت و انزوا اور انقطاع از اہل و عیال و خلق اللہ کی وجہ دریافت کی ٭

فرمایا۔ اس کا سِر یہ ہے کہ ایام ارتحال میں خود کو اس جہان کے قریب کرتا ہوں۔ اور جب واقعہ یہ ہے تو تنہائی و انزوا سے استغفار و استغفار کی اُنس پیدا کرنا اور ہر اوقات عبادت ظاہری و باطنی میں مستغرق رہنا ضروری ہے۔ اور یہ بغیر تبتل و انقطاع متصور نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا تم لوگ مجھ سے دست بردار ہو جاؤ۔ اور مجھے حق سبحانہٗ و تعالیٰ کو سونپ دو ٭

نیز انہیں ایام میں آپ حرم سرا کی دہلیز میں بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمایا۔ اس سرا میں کہ دو ماہ کے بعد آتا ہے ہم اس گھر میں نہیں بیٹھینگے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ خلوت خانہ خاص میں آرام کرینگے۔ فرمایا اُس جگہ بھی نہیں اور نہ ان مکانوں کے سوا کہیں۔ اور عرض کیا تو پھر کہاں۔ فرمایا میں دیکھتا ہوں کیا ہوتا ہے ٭

وسط ذی الحجہ میں عارضہ ضیق النفس نے غلبہ کیا تو ایک روز آپ نے فرمایا کہ میں نے شیخ الجن والانس شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے مجھ پر بہت کچھ عنایات کیں اور اپنی زبان مبارک میرے منہ میں کر کے فرمایا کہ لوگ میری اس بیت سے

أَفَلَتْ شُمُوسُ الْأَوَّلِيْنَ وَشَمْسُنَا ۔ أَبَدًا عَلٰى فَلَكِ الْعُلٰى لَا تَغْرُبُ

اور میرے قول قدمی هٰذه على رقبة كل ولي الله کے معنی میں حیران ہیں تم اس کا

حل لکھو۔ کیونکہ تمہیں اس ضعف سے صحت ہو جائیگی لیکن آپ پر شوق تعالےٰ حق سبحانہٗ وتعالےٰ غالب تھا۔ اور اللّٰھم بالرفیق الاعلےٰ ورد زبان تھا۔ اور فرماتے تھے کہ اگر کوئی طبیب کہدے کہ تمہارا ضعف علاج پذیر نہیں ہے تو اُس کے شکریہ میں لوجہ اللہ فقرا کو روپے تقسیم کرونگا۔

غرض اس شوق و اشتیاق کی وجہ سے آپ کلام اس قطب الآفاق کی شرح نہ کرسکے۔ چونکہ اُس قطب الآفاق کی زبان سے صحت کا لفظ صادر ہوا تھا۔ اس لیے چند روز تک آپ کی حالت رو بہ صحت ہو گئی۔ اور ایک گونہ خستہ دل کے زخم پر کچھ دنوں مرہم لگ گیا۔ اس چند روزہ صحت میں آپ ضعف سابق اور شدائد و آلام کو یاد کر کے فرمایا کرتے تھے کہ میں اُس ضعف و تکلیف میں حلاوت بخت پاتا تھا وہ اس چند روزہ صحت میں معلوم نہیں ہوتی۔ اس اثنا میں آپ نے صدقہ و خیرات بھی کیا۔

آپ کا ایک مخلص جو آپ کا وفور شوق و اشتیاق مشاہدہ کر چکا تھا، اس صدقہ و خیرات سے دفعہ بلیات گمان کر کے حیران ہوا۔ اور عرض کرنے لگا کہ وہ کیا تھا اور یہ کیا۔ آپ نے اشعار ہندی کا یہ ایک مصرع پڑھا ع

آج ملاو اکنت سوں سکھی سب جگ دیتوں وار

یعنی آج وصال یار ہے۔ میں اس کی خوشی سے دولت و نعمت نثار کرتا ہوں۔

پھر دواز دہم محرم الحرام کو آپ نے فرمایا کہ اس وقت مجھے بتلایا ہے کہ ۴۰ روز کے درمیان تمہیں اس جہان سے اُس جہان میں آنا چاہئے۔ مجھے میری قبر بھی بتلادی گئی۔ سامعین حسرت و اندوہ کرنے لگے اور جگر پارہ پارہ۔

انہیں ایام میں خواجہ محمد معصوم اور حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید سلمہما اللہ نے آپ کو گریہ کرتے ہوئے دیکھ کر دریافت کیا۔ فرمایا کہ شوق وصال ذوالجلال۔ عرض کیا کہ حق سبحانہٗ و تعالےٰ اپنے خاص بندوں کو با رادہ و اختیار خود اس جہان میں چھوڑتا ہے۔ اور جب ان کی آرزو پوری ہو جاتی ہے اللہ تعالےٰ انہیں اُٹھا لیتا ہے۔

چونکہ آپ نے یہ کلمہ کہتے ہوئے مخدوم زادے کے چہرہ پر ایک قسم کا تغیر دیکھا

فرمایا، محمد سعید تم اللہ تعالےٰ سے شرماتے ہو۔ عرض کیا، اپنے احوال پر دل پُر درد و جان اندوہناک سے حسرت کرتا ہوں +

اس کے بعد معروض کیا قبلہ گاہی آپ کی یہ تمام بے شفقتی وکم مراتی اس قدر ہمارے حق میں کیوں ہے۔ فرمایا، اس لئے کہ اللہ عزوجل مجھ سے زیادہ احب ہے اور نیز اس لئے کہ بعد انتقال میری شفقت ورافت تم پر زمانہ حیات کی نسبت زیادہ ہو جائیگی۔ کیونکہ اس جگہ علائق بشریہ بعض اوقات توجہ و اعانت کرنے پر مانع ہوتے ہیں۔ اور بعد الموت فراغ و تجرد ہے +

جس روز سے کہ آپ نے واقعہ مذکورہ بیان کیا تھا دنوں کا شمار کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ۲۲ صفر کو فرمایا کہ آج ۴۰ دن پورے ہوتے ہیں۔ اب ان سات آٹھ دنوں کو دیکھو کیا ہوتا ہے +

نیز آپ نے مخدوم زادوں سے فرمایا کہ اس چند روزہ صحبت میں ہر ایک کمال کہ نوع بشر کو حاصل ہو سکتا ہے، حق سبحانہ وتعالےٰ نے بطفیل اپنے حبیب جناب سرور کائنات علیہ وعلےٰ آلہ واصحابہ من الصلوات اکملہا ومن التسلیمات افضلہا عطا فرمایا +

مخدوم زادہ عالیشان اس کلام سے پریشان خاطر ہوئے۔ کیونکہ اس کلام میں رمز مضمر تھا۔ اور یہ رمز تھا۔ کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالےٰ نے جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آیہ کریمہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا نازل ہونے سے سمجھا تھا یعنی انتقال رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ع

زمشکب لف تو بوئے شب فراق آمد

اس کے بعد پنجشنبہ کے دن ۲۳ صفر کو آپ نے درویشوں کو کپڑے تقسیم کیے چونکہ آپ کے جسم مبارک پر روئی دار کپڑا نہ تھا اس لئے سرد ہوا نے اثر کیا اور تپ پھر لوٹ آئی اور آپ صاحب فراش ہو گئے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیماری سے کچھ دنوں صحت پا کر پھر علیل ہوئے اور انتقال فرمایا۔ کما یستفاد من الاخبار +

آپ نے اس سے پہلے بھی اتباع سنت ہاتھ سے نہیں دی۔ اس ضعف

سے پہلے آپ نے خادم سے کہا کہ بازار سے اس قدر کوئلہ انگیٹھی سلگانے کے لئے لے آؤ۔ پھر آپ نے کہا اتنے نہیں بلکہ اس کے نصف لے آؤ۔ اور فرمایا کہ واعظ دل کہتا ہے کہ اس قدر کوئلہ سلگانے کی فرصت نہیں۔ پھر فرمایا کہ اچھا لے آؤ اور کسی کے کام آئینگے۔ چنانچہ خادم کوئلہ لایا تو آپ نے تھوڑے سے لے لئے اور باقی بچوں کے لئے گھر بھیجدئے۔ انتقال کے دن جس قدر کوئلہ آپ نے اپنے لئے الگ کئے تھے ختم ہو گئے۔

اس ضعف میں آپ حقائق و معارف بھی بیان کرتے چلے جاتے تھے ایک روز بہت سرگرم بیان تھے۔ مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ تعالےٰ وابقاہ نے عرض کیا کہ ضعف کی وجہ سے آپ بیان کا تحمل نہیں کر سکتے ہونگے، پھر فرصت پر کسی دوسرے وقت بیان کیجیئگا۔

فرمایا، فرزند وقت کہاں اور فرصت کس کو۔ دوسرے وقت میں جانتا ہوں کہ زبان کو یارائے سخن نہ ہوگا۔

ایّام ضعف میں نماز باجماعت ادا کیا کرتے رہے۔ صرف اخیر چار پانچ روز آپ نے تنہا نماز پڑھی ہے۔ اسی طرح ادعیہ و اوراد ماثورہ اور ذکر و مراقبہ بھی آپ بغیر کسی فتور و نقصان کے کرتے۔ اور کوئی دقیقہ شریعت و طریقت سے آپنے فرو گذشت نہیں کیا۔ آخری شب کو ثلث آخیری میں آپ نے اٹھکر وضو کیا۔ اور نماز تہجّد ادا کی اور فرمایا۔ یہ ہماری آخری نماز تہجّد ہے۔ اور ایسا ہی ہوا کہ پھر آپ کو نماز تہجد میسّر نہ ہوئی

وصال سے پہلے آپ پر فرو رفتگی طاری ہوئی۔ مخدوم زادۂ اکبر سلمہ اللہ تعالےٰ نے افاقہ کے وقت پوچھا کہ یہ فرو رفتگی ضعف کی وجہ سے ہوگئی یا استغراق کی وجہ سے ہوگئی کہ بعض معاملات درمیان میں ہو نگے۔ چاہتا ہوں کہ مجھ پر بھی مکشوف ہو جائے آپ نے بعض غوامض اسرار مجملاً مخدوم زادائے کبار سے بیان فرمائے۔ اور جب بیہوشی سے آپ کو افاقہ ہوتا، تو آپ درویشان خستہ جگر کو وصایائے درد انگیز و داغ اثر کرتے۔ اور وہ اکثر وصیتیں تحریص ترغیب اتباع سنت و اجتناب بدعت اور دوام ذکر و مراقبہ کے متعلق تھیں۔ آپ فرماتے تھے کہ سنّت کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا۔ گویا اس وصیت سے بھی آپ نے جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

متابعت پر نظر رکھی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی بروقت انتقال اس قسم کی نصیحتیں فرمائی ہیں۔ چنانچہ ترمذی و ابوداؤد سے بروایت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما روایت کی ہے:-

قَالَ وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَوْعِظَۃً وَجِلَتْ مِنْہَا الْقُلُوْبُ وَذَرَفَتْ مِنْہَا الْعُیُوْنُ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَاَنَّہَا مَوْعِظَۃُ مُوَدِّعٍ فَاَوْصِنَا فَقَالَ اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ وَاِنْ یَّاَمَّرَ عَلَیْکُمْ عَبْدٌ وَاِنَّہٗ مَنْ یَّعِشْ مِنْکُمْ فَسَیَرٰی اِخْتِلَافًا کَثِیْرًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ عَضُّوْا عَلَیْہَا بِالنَّوَاجِذِ اِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ کُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ ۔

کہا اُنہوں نے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وعظ و نصیحت کی جس سے دل دہشت کھا گئے آنکھیں بہنے لگیں۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو گویا رخصت کرنے والے کی نصیحت معلوم ہوتی ہے تو آپ ہمیں وصیت کیجئے فرمایا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ سے ڈرتے رہنے کی اور اطاعت و فرمانبرداری کرنے کی اگرچہ تم پر غلام ہی کیوں حکومت نہ کرے جو شخص تم میں سے زندہ رہیگا اختلاف کثیرہ دیکھیگا سو تم میری اور میرے خلفاے راشدین مہدیین کی سنت دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا اور نئی نئی باتوں سے بچنا کیونکہ بدعات گمراہی ہیں۔

انہیں وصایا میں آپ نے یہ بھی بیان کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بحکم الدین ھی النصیحۃ نصیحت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ لہذا تم کتب دینیہ سے طریق متابعت اخذ کرو اور اس پر کاربند رہو۔

آپ نے یہ بھی وصیت کی کہ میری تجہیز و تکفین اتباع سنت نبویہ علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی پوری مراعات کرنا۔ اور قبل ازیں مخدوم زادوں کی والدہ ماجدہ کو وصیت کی تھی کہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا انتقال اس دار محن و ملال سے تم سے پہلے ہوگا چاہئے کہ تم میری تجہیز و تکفین اپنے مہر میں سے کرنا۔

ایک وصیت آپ نے یہ کی تھی کہ میری قبر کسی گم نام جگہ کھودنا۔ مخدوم زادوں نے عرض کیا جس جگہ ہمارے برادر بزرگ آپ کے حسب ایما مدفون ہوتے ہیں۔ فرمایا

ہاں میری قبر نہیں ہوگی۔ قبر کی جگہ بھی آپ نے بتلائی۔ لیکن چونکہ آپ نے مخدوم زادوں کو اس جگہ کے قبول کرنے میں متوقف دیکھا۔ فرمایا۔ اگر وہاں دفن نہ کرو۔ تو بیرون شہر والد ماجد کی قبر کے نزدیک دفن کر دینا۔ یا بیرون شہر باغ میں دفن کرنا اور میری قبر کو خام رکھنا۔ تاکہ تھوڑے سے ہی زمانہ کے بعد اس کا نام و نشان باقی نہ رہے +

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ آپ کی یہ وصیت کہ میری قبر خام رکھنا فنائے اتم کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اور کہ آپ متخلق باخلاق حضرت بے نشان ہو گئے تھے۔ چنانچہ اس کا موید فقیر کا وہ خواب ہے۔ جو آپ کے انتقال سے پہلے فقیر نے دیکھا تھا۔ وہ یہ کہ فقیر نے خواب میں دیکھا کہ آپ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اور میں ہر طرف این احمد این احمد کہتا پھرتا ہوں۔ اس اثنا میں ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ یہ ایک بڑی مسجد ہے اس میں آپ کی قبر ہے۔ جب میں مسجد میں داخل ہوا۔ تو بجز ایک خط کے جو طولاً و عرضاً بصورت قبر تھا۔ اور کچھ نہ تھا کہ لوگوں نے کہا کہ آپ کی قبر بس اسی قدر نشان رکھتی ہے۔ میرے دل پر اس وقت اس کی تعبیر بھی گذری کہ یہ نسبت محو ہے۔ جو آخری نسبت فنا و بقا سے ہے۔ جیسا کہ آپ نے بھی اپنے ایک مکتوب میں جس کا عنوان آیۂ کریمہ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ہے۔ اس حال کی تصریح کی ہے +

اس خواب کے تھوڑے ہی دنوں بعد آپ نے انتقال فرمایا +

انہیں دنوں اواخر ماہ صفر میں کہ عنقریب آپ کا انتقال ہونے والا تھا۔ فقیر برہان پور گیا ہوا تھا۔ وہاں پر آپ کے ایک مخلص درویش نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک درخت عظیم نہایت سبز و ثمر دار اور اس قدر بلند کہ آسمان تک پہنچا ہوا ہے۔ اور اس کے سایہ میں ہزارہا آدمی آرام کر رہے ہیں یکایک ایک تند آندھی سے زمین پر آگرا۔ اور لوگ گریہ و نالہ کرنے لگے۔ اور ہر طرف سے تاسف و افسوس کی صدائیں بلند ہوئیں ؎

شور برخاست کہ وا ایں محفل شکست
گریہ زد جوش کہ آبلۂ دل بشکست

یہ فقیر دل ریش اس درویش کے خواب سے ہراساں تھا کہ چند روز کے بعد آپ کے

انتقال کی خبر آئی۔ جب میں نے اس خواب سے آپ کے انتقال کے دنوں تک حساب کیا تو بحکم آیہ کریمہ کَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ اس خواب نے اس طرف اشارہ کیا کہ آپ سراپا متبع شریعت غرا تھے ۔

اب میں آپ کے وصایا کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ جب آپ نے جائے قبر کے متعلق مخدوم زادوں کو توقف کرتے دیکھا۔ تو تبسم کر کے فرمایا کہ اچھا جس جگہ تمہاری صلاح ہو دفن کر دینا ۔

شب سہ شنبہ ۲۹ صفر کو کہ روز وصال تھا۔ خادموں سے فرمایا کہ تم نے بڑی محنت و تکلیف اٹھائی۔ یہی ا شب و بس ہے اور آخر شب کو فرمایا کہ اے بہلیل اے شب تو صبح کیوں نہیں ہو جاتی۔ اسی روز چاشت کے وقت آپ نے استنجا کے لئے طشت منگایا۔ پھر فرمایا اس میں ریت تو ہے نہیں قطرات گرنے کا احتمال ہے۔ غرض چونکہ قطرات سے حفاظت کرنا دشوار تھا۔ اس لئے آپ نے استنجا نہیں کیا۔ اور فرمایا طشت اٹھا لیجاؤ۔ ایک شخص نے کہا حکیم کو قارورہ دکھلانا چاہئے آپ نے فرمایا، میں وضو نہیں توڑتا اور استنجا نہیں کرتا۔ مجھے اپنی جگہ لٹا دو۔ چنانچہ آپ کو لٹا دیا گیا۔ کیوں نہیں آپ جانتے تھے کہ ایک ساعت کے بعد تو میں انتقال کر جاؤں گا وضو کی فرصت ہوگی نہیں۔ اس لئے آپ نے وضو نہیں توڑا اور بطہارت اس جہان سے انتقال کیا ۔

جب آپ کو تکیہ پر لٹا دیا گیا تو آپ نے بطریق مسنون رخسار کے نیچے اپنا داہنا ہاتھ رکھ لیا۔ اور ذکر میں مشغول ہو گئے ۔

جب حضرت مخدوم زادہ نے سرعت نفس دیکھ کر پوچھا۔ اب کیا حال ہے فرمایا۔ اچھا ہوں۔ اور فرمایا کہ میں نے دو رکعت نماز پڑھی ہے، کافی ہے ۔

اس کے بعد آپ نے بجز ذکر کے اور کوئی کلام نہیں کیا اور ایک لمحہ کے بعد جاں بحق تسلیم ہوئے رحمہ اللہ سبحانہٗ رحمۃً واسعۃً ۔

اکثر انبیاء علیہم السلام کا آخری کلام نماز پر ختم ہوا ہے۔ لہذا اس باب میں بھی انبیائے علیہم السلام اور سید المرسلین رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ۔

یہ واقعہ عظیمہ سہ شنبہ کے دن چاشت کے وقت ۲۹ ماہ صفر کو واقع ہوا۔

یہ مہینہ ۲۹ کا تھا ، لہٰذا شب اوّل ماہ ربیع الاوّل کہ ماہ نبوی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا پہنچے ۔ ایام ضعف وتپ بحکم حدیث شریف حُمّیٰ یوم کفارۃُ سنۃٍ موافق تعداد سال کہ ۶۳ سال تھی واقع ہوئی ⁂

جب غسّال نے آپ کو غسل کے لئے تختہ پر لٹایا تو حاضرین نے معائنہ کیا کہ آپ اپنے دونوں ہاتھ بطریق نماز باندھے ہوئے تھے ۔ بائیں ہاتھ پر داہنے ہاتھ کی ابہام وخنصر سے حلقہ کئے ہوئے تھے ۔ حالانکہ حضرت مخدوم زادہ سلمہٗ اللہ نے بعد انتقال آپ کے ہاتھ دراز کردئے تھے ۔ تخت پر لٹاتے وقت آپ نے تبسّم کیا اور دیر تک متبسّم رہے ۔ یہاں تک کہ حاضرین فریاد کرنے لگے ۔ یہ قطعہ اس وقت آپ کے اور حاضرین کے مناسب حال ہے قطعہ

یاد داری کہ وقت زادن تو ہمہ خنداں بُدند وتو گریاں
آنچناں زی کہ وقت رفتن تو ہمہ گریاں شوند وتو خنداں

غسّال نے آپ کے دونوں ہاتھ کشادہ کرکے بائیں کروٹ پر لٹایا اور داہنی جانب غسل دیا ۔ اس کے بعد داہنی کروٹ پر لٹا کر بائیں جانب غسل دیا ۔ جب بائیں جانب بھی غسل دے چکا ، تو پھر حاضرین نے معائنہ کیا کہ آپ کے دونوں دست مبارک بطریق سابق ایک ضعیف حرکت کے ساتھ حالت نماز کی طرح بندھ گئے اور دست راست کی ابہام وخنصر نے دست چپ کے پہنچے پر حلقہ کر لیا ۔ اسی طرح کفن پہناتے وقت بھی یہی قبض ظہور میں آیا ۔ حاضرین مشاہدہ کرتے جاتے تھے کہ آپ کے دست مبارک کشادہ کردئے جاتے ہیں اور آپ بطریق مذکور حالت نماز کی طرح باندھ لیتے ہیں جب دو تین دفعہ ایسا ہی واقع ہوا ۔ تو معلوم کیا کہ اس جگہ کوئی سِرّ مُبطن وراز مخفی ہے ۔ اس لئے پھر تعرض نہیں کیا اور آپ کے دست مبارک ویسے ہی بندھے رہنے دئے ۔ اس وقت خواجہ محمد سعید سلمہٗ اللہ نے فرمایا معلوم ہوا آپ کی مرضی یہی ہے کہ آپکے دست مبارک اسی طرح رہنے دئے جائیں ۔ صدق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کما تعیشون تموتون ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے کہ جس طرح زندگی بسر کروگے ویسے ہی مروگے بھی ۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم ⁂

آپ کے ان خوارق عظیمہ کا مشاہدہ مخلصین کے لئے موجب مزید عقیدت اور دوسروں کے لئے باعث حیرت وحصول اعتقاد وارادت +

آپ کی حسبِ وصیت بصواب فقیہہ وقت حضرت خواجہ محمد سعید و دیگر فضلائے حاضرین تین سفید کپڑوں کا کفن دیا گیا۔ لفافہ قمیص آزاربند (تہبند) اور قمیص بروایت مُفتی بہا چاک کر کے پہنا دیا گیا۔ اور عمامہ نہیں دیا گیا۔ کیونکہ فقہا و محدثین کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو عمامہ نہیں دیا تھا +

قہستانی میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ عمامہ کفن میں مکروہ ہے +

علامہ ربانی میر سید جرجانی نے بھی شرح سراجی میں کفن میں عمامہ دینا بتاکید منع کیا ہے اور حدیث ان اللہ وتر یحب الوتر اس کی مقتضی ہے +

نماز جنازہ آپ کے فرزند بزرگ خواجہ محمد سعید دامت برکاتہٗ نے پڑھائی اور نماز کے بعد دعا کے لئے نہ کھڑے رہے کیونکہ خلاف سنت ہے۔ چنانچہ کتب فقہ میں مذکور ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا مکروہ ہے +

آپ کا روضہ فائض الانوار آپ ہی کی مسجد میں جانب شمال واقعہ ہے یہیں پر خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ کو دفن کیا۔ نورانیت وشرافت اس جگہ کی بارہا آپ نے بیان کی ہے +

چنانچہ ایک مکتوب میں بھی آپ نے اس جگہ کا حال بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ بعنایت حق سبحانہٗ وتصدق حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم زمین سرہند میرے اجتبا کی جگہ ہے کہ میرے لئے ایک چاہ عمیق کو پُر کر کے ایک اونچا مقام بنایا اور اکثر بلاد وامصار سے اُسے بلند کیا اور ایک نور اس زمین میں ودیعت کیا جو نور بے صفت وبے کیفیت سے مقتبس اور اُس نور کا ہمرنگ ہے۔ جو زمین مقدس بیت اللہ سے ساطع ولامع ہے۔ یہ نور میرے بڑے فرزند مرحوم کے انتقال سے چند ماہ پہلے اس فقیر پر ظاہر ہوا۔ جو کیفیات سے منزہ ومُبرا تھا۔ آرزو یہ ہوئی کہ یہ زمین میرا مدفن ہو۔ اور وہ نور میری قبر پر سے ساطع ولامع ہو۔ اس امر کا میں نے اپنے بڑے فرزند مرحوم سے اظہار کیا۔ اتفاق سے میرے فرزند مرحوم نے سبقت کی۔

اور وہ اس پردۂ خاک و دریائے نور میں مستغرق ہوگیا۔ پس یہ امر اس بلدہ کی شرف و عظمت سے ہے کہ میرا بڑا فرزند مرحوم جو اکابر اولیاء اللہ سے تھا اس جگہ آسودہ ہے پھر ایک مدت کے بعد ظاہر ہوا کہ وہ نور اس فقیر کے انوار قلبیہ کا ایک لمعہ ہے کہ اس فقیر کے قلب سے اقتباس کرکے اس جگہ روشن ہوا۔ جس طرح مشعل سے چراغ روشن کرتے ہیں قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِندِ اللَّهِ، اللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ انتہیٰ مرقومہ الشریفہ۔

راقم الحروف نے آپ کے انتقال سے دو سال پہلے مخدوم زادہ جامع الاسرار والعلوم خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ کی زبان مبارک سے سنا کہ آپ نے فرمایا۔ میں عزلت و انزوا کا ارادہ کرکے گوشہ نشین ہوا۔ تو اس درمیان میں مجھے الہام کیا کہ طریق پسندیدہ و مرضی یہی ہے جس حال پر اس وقت تم ہو نہ وہ طریق جس کی تم نے خواہش کی ہے۔ اس وقت بلدۂ سرہند میری نظر میں تاریک نظر آیا۔ اور بوجہ تاریکی کے کچھ اس میں نظر نہیں آتا تھا۔

ایک دفعہ اور انتقال سے کئی سال پہلے ایک روز آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے فرزند مرحوم کی قبر کے برابر دفن کرینگے۔ کیونکہ میں نے اس زمین کو جو داخل احاطہ ہے روضۂ جنت دیکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے بروقت تردد مخدوم زادوں کو اختیار دیدیا کہ جہاں مناسب سمجھیں دفن کریں۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ وہ آپ کی سابقہ تحریر و گفتار کے مطابق اس جگہ دفن کرینگے۔ اور جو آپ نے انہیں اختیار دینے سے پہلے دو ایک مقام دفن کرنے کے لئے اور جتلائے تھے وہ آپ کی فنا و خمول و بے نشانیوں کی وجہ سے صادر ہوا تھا۔

واضح ہو کہ انتقال کے بعد بھی آپ کے خوارق بعض مخصوصوں نے دیکھے ہیں چنانچہ ان خوارق میں سے کئی ایک کا اس جگہ ذکر کیا جاتا ہے۔

اُن میں سے ایک یہ ہے جو آپ کے مریدوں اور غیر مریدوں میں کو بہت سے درویشوں نے اس فقیر سے بیان کیا کہ قبر شریف حضرت مخدوم زادہ مرحوم کی وسط احاطہ میں واقع تھی جیسا کہ فقیر اور تمام مخصوصوں نے دیکھا۔ بلکہ گمان فقیر کا یہ ہے کہ وسط سے کسی قدر قبلہ کی طرف مائل تھی اور حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کا گنج وجود حضرت مخدوم زادہ مرحوم کے برابر سپرد خاک کیا گیا تھا۔ اور اب زائرین باتفاق بیان

کرتے ہیں کہ حضرت مخدوم زادہ کی قبر قریباً ایک گز کے فاصلہ سے شرقی دیوار کی جانب ہٹ گئی +

از انجملہ یہ کہ مولانا بدرالدین سرہندی اپنے رسالہ میں جو آپ نے حضرت خواجہ صاحب کے حالات وفات میں لکھا ہے، تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے انتقال کے روز اطراف آسمان نہایت سرخ تھے۔ جیسا کہ **شرح الصدور فی احوال الموتیٰ والقبور** میں حدیث وارد ہے :-

بَلَغَنِیْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ یَبْکِیَانِ عَلَی الْمُؤْمِنِ وَبُکَاءُ السَّمَاءِ حُمْرَۃُ اٰفَاقِہَا +

حدیث پہنچی ہے کہ مومن کی موت پر آسمان زمین روتے ہیں اور آسمان کا رونا اطراف آسمان کا سرخ ہو جانا ہے +

اور جو کچھ کہ آپ کے انتقال کے بعد مخدوم زادوں اور بعض دیگر درویشوں نے خواب میں دیکھا یا واقعات و مکاشفات میں معلوم کیا۔ اس سے زیادہ ہے کہ تحریر میں آسکے +

از انجملہ یہ کہ حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید سلمہُ اللہ نے بیان فرمایا کہ میں نے آپ کو دفن کرنے کے بعد خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالےٰ نے آپ پر بہت کچھ انعامات کئے جن پر آپ نے نہایت بشاشت و فرحت کا اظہار کیا۔ میں نے عرض کیا کہ مقام شکر سے بھی کسی کو نصیب عطا کیا ہے۔ فرمایا، ہاں مجھے بھی جملہ شاکرین سے کیا۔ میں نے عرض کیا کہ قرآن مجید میں وقلیل من عبادی الشکور وارد ہوا ہے اور اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ وہ صرف پیغمبروں کی جماعت ہوگی یا زیادہ سے زیادہ کُل اصحاب رسُول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم جیسے حضرت صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی داخل ہونگے۔ فرمایا، ہاں ایسا ہی ہے۔ لیکن مجھے بھی بفضل و عنایت زمرۂ شاکرین میں داخل و شامل کیا +

اور حضرت مخدوم خواجہ محمد معصوم سلمہُ اللہ تعالےٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں آپ سے پوچھا کہ معاملہ منکر نکیر کیونکر گذرا۔ فرمایا۔ حق سبحانہٗ و تعالےٰ نے اول مجھے الہام کیا کہ اگر تو اذن دے تو یہ دو فرشتے قبر میں تیرے پاس آئیں۔ میں نے عرض کیا یا الٰہی و مولائی یہ دونوں فرشتے تیرے ہی حضور میں ہیں اور اس

بندہ مسکین کے پاس آئیں۔ چنانچہ حق سبحانہ و تعالےٰ نے کمال عنایت و کرم میرے شامل حال کیا۔ اور میرے پاس انہیں نہیں بھیجا +

اس کے بعد میں نے پوچھا کہ ضغطہ قبر کیونکر گذرا۔ فرمایا ضغطہ قبر ہوا لیکن بہت کم۔ اور گویا مولانا محمد ہاشم بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ آپ بر سبیل تواضع فرماتے ہیں ورنہ یہ بھی واقع نہیں ہوا +

مخدوم زادہ کلاں بیان کرتے ہیں کہ میں حجرہ جماعت خانہ میں سویا ہوا تھا۔ اور وقت سحر تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ دروازہ پر آئے اور میرے تخت پر بیٹھ گئے۔ اور مجھے گود میں لیا۔ مجھ پر نہایت ہیبت غالب ہوئی۔ اور اعضا میں لرزہ غالب ہو گیا۔ پھر فی الفور آپ میری نظر سے غائب ہو گئے +

آپ کے مریدوں میں سے ایک فاضل شیخ پیر محمد نام بیان کرتا ہے کہ ایک وقت نماز ظہر میں کہ حضرت مخدوم زادہ کلاں امام تھے۔ اس وقت میں نے بچشم خود دیکھا کہ آپ میرے برابر کھڑے ہوئے ہیں۔ اسی طرح نماز تک میں نے آپ کو دیکھا۔ میں متحیر ہوتا تھا کہ شاید وہم ہو۔ لیکن میں نے بلا ریب و شک آپ کو بالکل اسی طرح دیکھا جس طرح زمانہ حیات میں۔ جب سلام پھیرا تو پھر میں نے آپ کو نہیں دیکھا ؎

آمدی و آتشم بر جاں زدی رفتی و بر آتشم داماں زدی

مضمون بیت میری زبان پر تھا اور اشک ہجر و فراق آنکھوں سے رواں تھے +

آپ کا ایک مخلص قریہ بوک میں رہتا تھا۔ ہنوز اس کو آپ کی وفات کی خبر نہیں پہنچی تھی۔ اس کے فرزند کا ایک لڑکا بیمار تھا۔ درویش نے اپنے فرزند سے کہا کہ خواجہ صاحب کو جا کر لے آ۔ اس کے بعد مریض نے خواب میں دیکھا کہ آپ تشریف لائے۔ اور فرماتے ہیں کہ آج میں تو اللہ تعالےٰ کے پاس پہنچا۔ داہنا قدم بہشت میں رکھا اور بائیں قدم میں لقائے الہٰی سے مشرف ہوا۔ مریض نے عرض کیا کہ مجھے بھی آپ بہشت میں پہنچائیں۔ اور لقائے الہٰی سے مشرف کریں۔ فرمایا۔ ابھی تمہارا اور میرے فرزندوں کا وقت نہیں آیا۔ جب مریض بیدار ہوا تو رو بصحت ہونے لگا۔ پھر کوئی دس بارہ روز کے بعد ان لوگوں کو آپ کے انتقال کی خبر آئی +

راقم الحروف کو جب آپ کے انتقال کی خبر پہنچی تو غایت دلبستگی و اضطراب کے

باعث با جگر کباب و چشم پرآب دل آوارہ و گریبان پارہ بیابان میں نکل گیا۔ اور یہ رباعی پڑھتا پھرتا تھا۔ **رُباعی**

بے روئے تو سوئے دل بصحرا گنمے ۔۔۔ چو کوہ ز بار غم درو جا گنمے
از ہر خارے نشان آں گل پرسم ۔۔۔ وز ہر دو سنگے سراغ عنقا گنمے

جب شام ہوئی تو شہر کے ایک جانب ایک ویران مسجد نظر آئی اُس میں سر بگریباں ہو بیٹھا اور با سوز جگر دل سے ایک سرد آہ نکالی اور آنکھوں سے گرم آنسو ٹپکائے **لمؤلفہ**

زآتش غم آہ سرد و چشم تر داریم ما ۔۔۔ از رسول عشق عجب ارمغان داریم ما
ہر رگے شد رشتہ بہر سوزن اصلاح بیاں ۔۔۔ چاکہائے کز تو بر جیب جگر داریم ما
بیخ ہر موئے تن ہا شد زماتم حلقہ بیت ۔۔۔ در دل ہر حلقہ چندیں نوحہ گر داریم ما

اس گریہ و سوز میں آپ ظاہر ہوئے اور فرمایا۔ صبر کرنا چاہئے۔ ہزار پریشانی و حیرانی میں نے کہا۔ اے قبلۂ دو جہان آتش فراق میں صبر کس طرح ہو سکتا ہے۔ فرمایا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی اتباع کرنا چاہئے کہ آگ میں راہ شکیبائی اختیار کی۔ باوجود اس پند گرامی کے اس عاشق کی دیوانگی اور بھڑک گئی اور یہ رباعی زبان پر آئی **رباعی**

دیوانہ دلم ز پند مجنون تر شد ۔۔۔ در زخم کمان نالہ ام افزوں تر شد
ہر شیشہ کہ بشکست ز سنگ شد تہی ۔۔۔ ہر چند دلم شکست پر خوں تر شد

اس کے بعد میں نے چاہا کہ پھر بیابان میں نکل کھڑا ہوؤں۔ جوں ہی مسجد کے زینہ پر قدم رکھا گر پڑا اور بیہوش ہو گیا۔ اس اندھیری رات میں ایک شناسا درویش پہنچا۔ اور پہچان کر مجھے اپنے گھر لے گیا۔ اور میرے گھر والوں کو خبر کی اور وہ مجھے پھر کنج احزان میں لے آئے۔ تو میں نے جان لیا کہ میرا اس طرح بیابان میں آوارہ پھرنا آپ کو پسند نہ تھا۔ لا محالہ یہ مفلس و بے نوا یہ ابیات حسرت آیات ورد زبان کرتا ہوا اپنے ویرانہ میں بیٹھ رہا **للمؤلف**

اشک ریزان نشستم سر بہر رہگذرے ۔۔۔ ہر کرا از ہر طرف آید ز تو پرسم خبرے
گاہ بر خیزم و گاہے بنشینم چو غبار ۔۔۔ ناتوانان ترا نیست ازیں بہ سفرے
سو در فرقت سیہ پوشم صد گونہ شام ۔۔۔ بکف آرم طلبم بوے کباب جگرے
کاسۂ دیدہ نہم بر کف و دریوزہ کنم + ۔۔۔ ز اشک خسار گدایان درت سیم و زرے

خانۂ ایں نے کنم ونغمہ سیگرم پیشیں   تا مگر بار ہم ازیں راہ زیوسف اثرے
ہمچو آں تشنہ کہ از دشت بدریا آمد   سرنہم در رہ آں کس نگرم چشم ترے

اہل ایں قافلہ سرگشتہ بیع اند وشرا
دل گرو ساختہ ہاشمؔ بخیال نظرے

اس لئے لامحالہ میں نے اپنے آپ کو فکر نظم و نثر اور فکر مراثی وتواریخ میں مشغول کر دیا۔ چنانچہ ۶۱ تاریخی فقرے بر طبق آپ کی عمر شریف کے غایت فصاحت ایجاز اور بلاغت کے ساتھ فکر و خیال میں آئے کہ ہر ایک فقرہ آپ کی تاریخ انتقال تھا۔ اسی طرح کئی رباعیات وقطعات بھی اس باب میں اس دل سوز کے قلم وزبان سے نکلے۔ ان تمام فقرات اور رباعیات وقطعات کو آپ کے مخلصوں نے جمع کیا ہے اس جگہ صرف ایک تاریخ نثر اور ایک نظم پر اکتفا کرتا ہوں +

تاریخ نثر آپ کی وفات کی آیہ کریمہ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ ہے۔ اور تاریخ منظوم یہ ہے **للمؤلف**

یَا اَیُّھَا الْاَنَامُ لَقَدْ سَافَرَ الْاِمَامُ   مَنْ کَانَ ذَیْلُ رَافَتِہٖ عُرْوَۃَ الْقَبُوْلِ
قُطْبُ الَّذِیْ تَفَوَّضَ رَبُّ السَّمَاءِ لَہٗ   حَالُ الَّتِیْ تُحَیِّرُ فِیْ شَانِھَا الْعُقُوْلُ
مَا الْمَوْتُ کَانَ بَدْرُ کَمَالٍ قَدِ انْطَلَقَ   مِنْ مَشْرِقِ الظُّھُوْرِ اِلٰی مَغْرِبِ الْاُفُوْلِ
لَمَّا اَصَابَ اِرْثُ رَسُوْلٍ بِحَقِّہٖ   اَکْتُبْ لِعَامِ رِحْلَتِہٖ وَارِثُ الرَّسُوْلِ

آپ کے دیگر مخلصوں نے آپ کے مرثیہ اور تاریخیں کہیں ہیں۔ چنانچہ آپ کے ہم پیر جناب مولانا **محمد صادق** سلمہ اللہ تعالٰی نے حدیث الموت ھو جسر یوصل الحبیب الی الحبیب بزیادتی لفظ **ھو** بعد لفظ موت آپ کی تاریخ وفات کہی ہے۔ یعنی موت وہ پل ہے کہ حبیب کو محبوب سے ملاتا ہے +

اب میں آپ کے حالات انتقال اسی حدیث مشعر الوصال پر ختم کرتا ہوں اور رویدہ دل کو آپ کے فیوض و برکات کی طرف متوجہ کر کے زبان وقلم آپ کے فرزندان عالیقدر اور آپ کے خلفائے کبار کے حالات کی طرف منعطف کرتا ہوں

بتوفیق اللہ سبحانہ وکرمہ +

فصل ۱۰

حضرات مخدوم زادوں کے حالات

خواجہ محمد صادق علیہ الرحمۃ

آپ کے پہلے فرزند ارجمند خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ولادت اس نخلِ بوستانِ ولایت کی سنہ ۱۰۰۰ ہجری میں ہوئی +

ابتدائے زمانہ طفولیت سے ہی آثار رُشد و صفا آپ کی پیشانی سے ظاہر تھے ایام طفولیت میں آپ اپنے جدّ امجد کی تربیت میں رہے +

حضرت خواجہ صاحب (یعنی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد مجھ سے فرماتے ہیں کہ یہ تمہارا لڑکا ہم سے عجیب عجیب باتیں پوچھتا ہے، جن کے جواب بدشواری دئیے جاتے ہیں +

جب حضرت خواجہ صاحب خواجہ باقی باللہ کی خدمت مبارک میں پہنچے تو مخدوم زادہ موصوف بھی آپ کی نظر قبول میں آئے اور اخذ ذکر و مراقبہ کیا۔ اور جذبہ و نسبت شریفہ سے مشرف ہوئے۔ چونکہ استعداد و فطرت عالی رکھتے تھے۔ لہٰذا برکات و احوال عظیم آپ کے نصیب ہوئے۔ اور بوجہ حفظ تصرفات و برکات پیر عالیقدار و پدر بزرگوار قدس سرہما ان ایام جذبات و غلبات میں تحصیل علوم دینیہ سے فارغ نہیں ہوئے تھے۔ تاہم آیندہ انہیں تکمیل کو پہنچایا +

مَیں نے سُنا ہے کہ کثرت جذبات و غلبات کے باعث ابتدا میں آپ کا یہ حال تھا کہ برہنہ پیر جس طرف چاہتے نکل جاتے۔ اور اوراق سبق برباد کر دیتے +

ایک روز بارش ہو رہی تھی لڑکوں کے ساتھ برہنہ سر و آشفتہ حال کھڑے ہوئے تھے۔ اتفاق سے خواجہ صاحب کا بھی اُدھر سے گذر ہوا۔ تو آپ نے تبسّم کر کے فرمایا۔ دیکھو ہمارے مجذوب کو کیا کر رہا ہے +

ایک دفعہ گرد نواح سے ایک درویش خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا یہ درویش ایک بزرگ سے سلوک تمام کر چکے تھے اور خلافت و اجازت بھی حاصل کی تھی۔ آپ کی خدمت میں آکر اپنے احوال بیان کرنا شروع کئے۔ اس غرض سے اگر آپ کے پاس بھی یہی ہے جو کچھ کہ میں حاصل کر چکا ہوں تو آپ کو کیوں تکلیف دوں اور اگر کچھ زائد ہے تو استفاضہ کروں +

آپ نے مخدوم زادہ موصوف کو طلب فرماکر کہا کہ بابا اپنے مہمان درویش کے سامنے اپنے احوال بیان کرو۔ آپ نے اپنے احوال خاص بیان کئے جو درویش مشارٌ الیہ کے احوال سے زائد تھے۔ جب مشارٌ الیہ نے آپ کے درِ دولت کے ہفت و ہشت سالہ بچّے کے جس نے ابھی صرف دو تین ماہ سے اس راہ میں قدم رکھا ہے، پچاس سالہ عمر والے شخص کے برابر احوال بیان کرتا ہے تو اُس درویش نے آپ سے استفاضہ کرنے کے لئے سرِ تسلیم خم کیا +

آپ کی غیبت اور آپ کا استہلاک اس درجہ کو پہنچا ہوا تھا کہ غلبہ و استیلا کی حالت میں بغرض تخفیف مغلوبی بازار کا کھانا آپ کو کھلایا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرّہٗ نے اپنے ایک مکتوب میں اس امر کی تصریح کی ہے ایک مکتوب میں جو آپ نے مخدوم زادہ مرحوم کے نام لکھا ہے اُس میں بھی آپ کے غلبات کی تصریح کی۔ چنانچہ اُس مکتوب کے چند فقرات ذیل میں بھی درج کئے جاتے ہیں :۔

"قرۃ العین محمد صادق برخوردار ظاہر و باطن گردد و احوال او چنانچہ مستوجب حمد است برہان حضور خود باشد از غیبت و استغراق اندیشہ نیست۔ انشاء اللہ العزیز از سکر بصحو آید و فنا در شعور اندراج یابد۔ الی آخر المکتوب الشریف" +

آپ صغر سن ہی سے کشف کون و کشف قبور میں نظر صائب و بصیرت صادق رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرّہٗ آپ کے کشف و فراست پر اعتماد کرتے تھے۔ اور اکثر آپ کو بلا کر امور کونیہ و غیبیہ پوچھا کرتے تھے۔ اور آپ فی الفور بمقتضائے کشف اُس کا جواب دیا کرتے تھے۔ اور مقابر پر لیجا کر ہر کسی میت

کا استغفار کرتے اور آپ بلا توقف جو کچھ مشاہدہ کرتے بیان کر دیتے +

اس قسم کے واقعات بہت ہیں جن کی تفصیل اس جگہ دشوار ہے۔ چونکہ ابھی حضرت مخدوم صاحب بھی حیات تھے۔ آپ نے چند طالب حضرت خواجہ صاحب کے حوالے کئے۔ اس جماعت میں مخدوم زادہ بھی تھے اور سب میں بہتر تھے اس لئے لامحالہ آپ نے اپنا دست اقتباس اپنے والد بزرگوار کے دامن تربیت پر رکھا اور نہایت مراتب کمال و اکمال کو پہنچے۔ چنانچہ سب کہتے تھے کہ ایسے پدر کے لئے ایسا ہی پسر چاہیے +

حضرت خواجہ صاحب نے اپنے خواجہ صاحب قدس سرہما کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا ہے۔ اس میں مرقوم ہے کہ محمد صادق بوجہ خورد سالی کے خود کو ضبط نہیں کر سکتا۔ اگر سفر میں ہمراہ رہے تو بہت ترقی کر سکتا ہے۔ مقام حیرت میں اس نے غوطہ کھایا ہے۔ اور فقیر کی حیرت میں نسبت تمام رکھتا ہے، انتہٰے +

اور آثار فنا اور ماسواسے سرد دلی آپ کے جمال و خصال سے اس درجہ ظاہر تھی کہ بعض ارباب غنا جن کو آپ سے ملاقات تھی کہا کرتے تھے کہ جب ہم اس نوجوان کو دیکھتے ہیں تو دنیا سے دل سرد ہو جاتا ہے +

ایک درویش آپ کی تقویت تسلیم و نیستی کے متعلق حکایت کرتا ہے کہ ایک روز میں نے بعض ہمسائیوں کی جفا و ملامت کرنے کی مخدوم زادہ مرحوم کی خدمت میں شکایت اور تنگدلی کا اظہار کر کے میں نے کہا کہ اگر ان لوگوں کو کچھ تنبیہ و تہدید کی جائے تو کیا مضائقہ ہے +

آپ نے ایک آہ سرد کھینچکر فرمایا، اے درویش! اگر ہم بھی خصومت کرنے لگیں۔ تو ہمارے اور اہل رسم کے درمیان کیا فرق ہوگا +

درویش بیان کرتا ہے کہ آپ نے اس طرز سے یہ کلمہ زبان مبارک سے کہا کہ میں اس شکایت سے شرمندہ ہوا۔ اور ملامت کرنے والوں کی طرف سے میرے دل میں ذرا بھی کینہ نہیں رہا +

اور مسائل علمیہ عقلیہ و نقلیہ کے ادراک کرنے میں آپ کی قوت مدرکہ اس درجہ قوی تھی کہ ایک روز آپ بعض فحول علمائے شیراز کی خدمت میں پہنچے جو ہندوستان

آئے ہوئے تھے اور معقولات میں بے نظیر تھے۔ آپ نے فاضل مشارُ الیہ کے ساتھ علوم ہیئت و حکمت کے متعلق بعض اپنے طبع زاد امور کا بیان کیا۔ جب آپ بیان کر چکے تو فاضل موصوف نے کہا۔ ممکن ہے اگر میں اس نوجوان کو نہ دیکھتا۔ تو شاید میں یقین کر لیتا کہ طلبۂ ہندوستان میں سے کوئی طالب العلم دقائق علوم عقلیہ میں جیسی کہ چاہیئے قوت ادراک رکھتا ہو گا +

آپ کی مہارت علمیہ اور آپ کا علوِ حال اور وفورِ تفرید و اُنس بمناجات و خلوات، آپ کے والد بزرگوار کے چند فقرات متبرکہ سے جو آپ نے اپنے مکتوبات میں آپ کی مدح و تعریف میں لکھے ہیں ظاہر ہے۔ چنانچہ ہم آپ کے اس مکتوب سے چند فقرات ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں +

دفتر اول کے مکتوب دوصد و ہفتاد و ہفتم میں آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"فرزند اعزّ نے مجموعہ معارف فقیر است و نسخۂ مقامات جذبہ و سلوک" +

نیز اسی مکتوب میں آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"فرزندے کہ از محرم اسرار است و از خطا و غلط مصئون" +

اسی دفتر اول کے مکتوب ۲۴۲ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایں مقام را بفرزندے ارشدے عنایت فرمودہ اند و داخل ولایت ایشاں ساختہ فقیر اینجا در رنگ مسافراں در ولایت ایشاں نشستہ است +

اور مکتوب ۳۱۱ میں مرقوم ہے کہ:۔

"استفاضہ کہ ایں فقیر از ولایت موسوی نمودہ از راہ اجمال آں ولایت است و استفادہ فرزندے اعظمے علیہ الرحمۃ از راہ تفصیل آں ولایت، ولایت ایں کہ از ولایت موسوی مستفاد است شبیہ بولایت رجل مومن است کہ از آل فرعون بودہ و ولایت فرزندے علیہ الرحمۃ شبیہ بولایت سحرۂ فرعون کہ ایمان آوردند" +

آپ کی وفات کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے اپنے ایک دوست کو مکتوب لکھا ہے اُس میں آپ نے تحریر فرمایا ہے:۔

فرزند اعظم رضی اللہ عنہ مع اپنے دو برادر محمد فرخ و محمد عیسٰے کے سفرِ آخرت اختیار کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ حق سبحانہٗ و تعالےٰ کا شکر ہے کہ اوّلاً اُس نے

باقیماندگان کو قوت عطا فرمائی اور پھر مصیبت نازل کی ہے

من از تو روے نہ پیچم گرم بیازاری
کہ خوش بود ز عزیزاں تحمل خواری

فرزند مرحوم ایک آیت تھا آیات اللہ سے اور رحمت تھا رحمتہائے رب العالمین سے انتہے کلامہ الشریف +

چوبیس سال کی عمر میں آپ نے وہ کچھ پایا کہ بہت کم کسی نے پایا ہوگا۔ پایۂ مولویت و تدریس علوم عقلیہ کو آپ نے کمال حد تک پہنچایا تھا کہ آپ کے تلامذہ بیضاوی و شرح مواقف وغیرہ کا بقدرت تمام درس دیتے تھے۔ حکایاتِ معرفت وعرفان و قصص شہود و کشوف اس سے مستغنی ہیں کہ اس جگہ بیان کئے جائیں۔ اور یہ تو اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ ہشت سالہ عمر ہی میں آپ مغلوب الحال ہو گئے تھے۔ اور ہمارے خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے آپ کے تسکین حال کے لئے بازاری کھانا جو کسی قدر مشکوک و مشتبہ بھی ہوتا ہے، تجویز کیا تھا۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ جو محبت مجھے محمد صادق کے ساتھ ہے، کسی کے ساتھ نہیں ہے۔ اسی طرح جو محبت اُن کو میرے ساتھ ہے کسی کے ساتھ نہیں ہے +

حضرت خواجہ صاحب کے اس بیان سے بھی آپ کی کس قدر بزرگی ظاہر ہوتی ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ولایت موسوی کو انہوں نے نقطۂ آخر تک پہنچایا تھا۔ اور عجائب و غرائب اُس ولایت کے بیان کرتے تھے۔ اور نہایت خاضع و خاشع۔ ملتجی۔ متضرع۔ متذلل اور منکسر المزاج تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ ہر ایک ولی نے حق تعالیٰ سے کچھ مانگا ہے اور میں نے التجا و تضرع مانگی ہے +

اس کے بعد آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اور محمد فرخ کا کیا ذکر دس گیارہ سال میں طالب العلم ہو گیا تھا اور کافیہ اچھی طرح سمجھ کر پڑھتا تھا۔ عذاب آخرت سے نہایت ترساں تھا۔ اور دعا کیا کرتا تھا کہ سن طفولیت میں ہی دنیائے دنیہ کو وداع کرے۔ تاکہ عذاب آخرت سے خلاصی پائے۔ مرض موت میں جن لوگوں نے اُس کی بیمارداری کی، عجائب و غرائب مشاہدہ کئے +

اور محمد عیسےٰ کے آٹھ سال کی عمر تک جس قدر خوارق لوگوں نے معائنہ کئے ہیں

اُن کا اس جگہ کیا ذکر کروں ۔ بالجملہ تینوں فرزند جواہر نفیسہ تھے ۔ جو امانت رکھے گئے تھے الحمد للہ والمنۃ بلا کراہت و اکراہ امانت صاحب امانت کے حوالہ کر دی ۔ اللّٰھم لاتحرمنا اجرھم ولا تفتنا بعدھم بحرمت سید المرسلین علیہ و علیھم الصلوات والتسلیمات ۔ انتھے +

کہتے ہیں کہ آپ کے عم بزرگ **شیخ محمد مسعود** بطریق تجارت سفر خراسان و قندھار وغیرہ کے عازم ہوئے ۔ تو حضرت مخدوم زادہ انہیں رخصت کر کے ایک لمحہ کے لئے اپنے جد امجد خواجہ **شیخ عبد الاحد** قدس سرہٗ کے مزار شریف پر جو بیرون قصبہ سرہند واقع ہے جا کر مراقب بیٹھے ۔ اس کے بعد اٹھ کر کہنے لگے ۔ کہ جد امجد انہیں اس سفر سے منع کرتے ہیں ۔ چونکہ مخدوم زادہ صغر سن تھے ۔ اس لئے انہوں نے فسخ عزیمت نہیں کیا اور سفر کو چلے گئے ۔ عاقبت الامر واقعہ یہ ہوا کہ مع اموال تجارت کے سفر میں ہلاک ہوئے اور مراجعت نہ کر سکے +

انتقال حضرت مخدوم زادہ بزرگ کا روز دوشنبہ نہم ربیع الاول کو ہوا ۔ اور اسی لفظ **روز دوشنبہ نہم ربیع الاول** سے ۱۰۲۵ ہجری آپ کی تاریخ وصال بھی نکلتی ہے +

کہتے ہیں کہ جب ان دیار میں طاعون نے بہت غلبہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ طاعون لقمۂ چرب چاہتی ہے ۔ جب تک کہ یہ مجھے نہ لیجائیگی تسکین نہیں پڑیگی ۔ چنانچہ آپ کو تپ ہوئی اور رخصت ہوئے ۔ اس کے بعد وبا میں تخفیف ہو گئی +

آپ کے انتقال کے بعد جن لوگوں کو تپ چڑھی تھی انہوں نے صحت پائی اور غلبۂ تپ میں انہوں نے دیکھا کہ مخدوم زادہ نے آن کر اس بلا کے موکلوں سے انہیں خلاص کیا ۔ اور کہنے لگے کہ جب ہم نے یہ بلا اپنے اوپر جھیل لی تو تمہیں اب ان لوگوں پر نہیں ٹوٹنا چاہیے +

ایک درویش نے خواب میں دیکھا کہ جو کوئی آپ کا نام لکھ کر اپنے پاس رکھیگا اس بلا سے نجات پائیگا ۔ چنانچہ لوگ آپ کا نام لکھوا کر لیجاتے ۔ اور اس کا اثر انہیں محسوس ہوتا +

آپ کے انتقال کے بعد آپکے اقارب نے چاہا کہ آپکے جد امجد کے مقبرہ میں دفن

کریں۔ خواجہ صاحب نے اس باب میں توجہ کی۔ تو آپ مامور ہوئے کہ اُس جگہ دفن کریں جہاں آپ مدفون ہیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحب کے دفن کے بیان میں اس کا حال گذر چکا ہے +

خواجہ صاحب ہر نماز جمعہ کے بعد آپ کی زیارت قبر کے لئے تشریف لیجایا کرتے تھے اور دیر تک مراقب بیٹھے رہا کرتے تھے۔ اور شنبہ کی ہر صبح کو آپ کے مزار فائض الانوار پر حلقہ ذکر کیا کرتے تھے۔ اور اکثر اوقات آپ کے عجیب عجیب معاملات و احوال اخرویہ بیان کیا کرتے تھے۔ اور ترقیات بے اندازہ و انواع مواہب الٰہیہ جو آپ کی دُعا و توجہ سے اُنہیں حاصل ہوتیں، مکشوف کیا کرتے تھے۔

ایک روز مزار پر سے اُٹھ کر آپ نے بیان فرمایا کہ آج میں اُن کے حال کی طرف متوجہ ہوا۔ دیکھا کہ لحظہ بلحظہ انوار و آثار عجیبہ ظاہر ہوتے ہیں اور ساعت بساعت بڑھتے جاتے ہیں +

حضرت مخدوم زادہ مرحوم نے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں بزمانۂ آپ کی مفارقت بعض عرائض ارسال کئے ہیں۔ اُن سے بھی آپ کے احوال عالیہ معلوم کرنا چاہئے +

از انجملہ یہ عریضہ ہے۔ قبلہ گاہی آرزو یہ ہے کہ کوئی لحظہ و ساعت رضائے الٰہی کے خلاف نہ گذرے اور یہ میسّر نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ خادمانِ آں درگاہ اس طرف توجہ فرما کر دستگیری نہ کریں ع

بر کریماں کارہا دشوار نیست

الحمد للہ والمنۃ کہ بیمن توجہ شریف جو طریقہ جناب نے تعلیم فرمایا ہے اُس میں استقامت حاصل ہے۔ اور فتور بہت کم راہ پاتا ہے بلکہ اُمید وار ترقی و تزائد ہے۔ فجر و ظہر و عصر کے بعد حلقہ میں بیٹھتا ہے اور حافظ سے قرآن مجید سُنتا ہے۔ بعض اوقات قبض ہوتا ہے اور بعض اوقات بسط۔ اور ذوق و آرام ہوتا ہے اور باقی اوقات بدن سے تعلق رہتا ہے اور اُس سے تجاوز نہیں کرتا۔ اور لطائف ستہ نہ متوجہ ہیں نہ غافل اگر متوجہ ہیں تو اُن کی توجہ مثل علم حضوری کے ہے بلکہ عین توجہ، توجہ و ذوق وغیرہ کو داخل ظلال جانتا ہوں۔ اور ظل سے تجاوز نہیں کرتا۔ لطائف بدن سے مختلط ہوتے

ہیں۔ اور نظرِ بصیرت میں نظر کے سوا اور کچھ مفہوم نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ پہلے بھی جناب کی خدمت میں عرض کیا تھا۔ لیکن اب بدن سے الگ ممتاز نظر آتے ہیں۔ اور اس مقام کو میں مقامِ بقا جانتا ہوں۔ اس بقا کے بعد ایک اور قسم کی فنا حاصل ہوئی اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد بھی ایک اور فنا حاصل ہوگی۔ اور تمامی کار اس پر بھی میسّر نہیں۔ اس وقت قبض ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن ابھی تک توجّہ بعالم حاصل نہیں ہوئی ہے۔ چونکہ عرضِ حال ضروری تھا اس لئے ان چند کلمات کے اظہار کی جرأت کی گئی۔

از انجملہ یہ ہے کمترین بندگان محمد صادق عرض پرداز ہے کہ یہ حقیر مدّت سے مقبوض و مغموم تھا۔ الآخر الامر بعنایتِ خداوندی جناب کی توجّہ ہوئی ہے۔ بسطِ عظیم حاصل ہوا۔ اس بسط میں ایسا معلوم ہوا کہ سابقاً یاد و توجّہ اس کی طرف سے تھی اور اب جو کچھ ہے اللہ تبارک و تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ پہلے میں اپنے اندر قابلیتِ قبول نہیں پاتا تھا اور اب حال اس آئینہ کی مانند ہے جو آفتاب کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے۔ پس اس طلوع سے بدن کی تمام کدورت و ظلمت لطائف کی وجہ سے مفقود ہو جاتی ہے۔ اور نورانیت حاصل ہوتی ہے اس حالت سے سینہ کھل گیا ہے اور وسیع ہوگیا ہے۔ اور بدن سراپا نور ہوگیا ہے۔ اور یہ نور سرور روح سے بھی الطف ہے، جو اس سے پہلے حاصل تھے۔ انہیں لطائف کے درمیان قلب پر ایک تجلی کامل پائی۔ اس تجلی کے بعد جب میں نے قلب کی طرف نظر کی۔ تو مجھ پر ظاہر ہوا کہ اس میں ایک اور قلب بھی ہے اور تجلی اسی قلب پر ہوتی ہے۔ جب قلب قلب کی طرف نظر کی تو ظاہر ہوا کہ اس میں ایک اور قلب ہے اور تجلی اس پر ہوتی ہے۔ وہکذا الیٰ غیر النہایۃ۔ پس کوئی قلب بسیط ظاہر نہیں ہوا کہ اس میں دوسرا قلب نہ ہوتا۔ لیکن اب بات کا توہم ہوتا ہے کہ تجلی قلب بسیط کی طرف منتہی ہوگئی ہے لیکن ابھی یہ امر درجہ یقین کو نہیں پہنچا ہے۔ نیز اس وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ اس سے پہلے جو حالتیں تھیں وہ تکلفات محض تھیں اور اس مقام کا نام دل پر خطرہ کرتا تھا لیکن سوءِ ادبی کے باعث میں نے اب تک جناب کو لکھا نہیں تھا۔ قبلہ گاہی یہ تمام کمترین ثمرات و آثار توجّہ جناب سے ہے ؎

گر بر تنِ من زبان شود ہر موئے   یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

آرزومند ہے دریافت ملازمت خادمانِ درگاہ کا حال کیا عرض کروں۔ حق تعالےٰ اس دولتِ عظمےٰ کے فیوض میسر کرتا ہے۔ بجرمتہ النبی الاُمی وآلہ علیہ وعلیہم من الصلوات اتمہا ومن التحیات افضلہا واکملہا۔ اعدا ہرچند خباثتوں کا اظہار کرتے ہیں۔ اور طرح طرح کے منصوبے باندھتے ہیں، لیکن آخرالامر بتوجہ جناب خجالت اُٹھاتے ہیں۔ ہمہ خورد و بزرگ بندگی عرض کرتے ہیں +

ازانجملہ جناب عالی ایک دفعہ تراویح میں حافظ سے قرآن مجید سُن رہا تھا۔ ایک مقام بس وسیع نورانی ظاہر ہوا، گویا مقام حقیقتِ قرآنیہ تھا۔ ہرچند کہ اس کی جُراٗت نہیں کرسکتا تھا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حقیقت محمدیہ علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اس مقام کا مرکز واجمال ہے۔ گویا دریائے عظیم کو کوزہ میں بند کیا ہے۔ اور یہ مقام حقیقت محمدیہ کی تفصیل ہے۔ انبیاء علیہم السلام وکُمّل اولیاءِ اُمت بقدر استعداد اس مقام سے بہرہ رکھتے ہیں۔ اور انتہائے مقام بجز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کے لئے مفہوم نہیں ہوتا۔ اس مقام سے احقر نے بھی کچھ حصّہ پایا باقی احوال جمعیّت کے ساتھ گذرا ہے۔ اس ماہ معظم میں بہت سی برکات مفہوم ہوتی ہیں اخوی محمد سعید اوضاع اچھے رکھتے ہیں اور ہمہ اوقات جمعیّت وذکر گذارتے ہیں۔ دوست واحباب بھی بذوق تمام حاضر ہیں۔ انتہےٰ +

حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے بھی آپ کے نام بہت سے مکتوب ہیں اور چونکہ اُن میں معارف واسرار کا بھی ذکر ہے اس لئے اُن کا ذکر کرنا خالی از طوالت نہیں +

حضرت خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ تعالےٰ

آپ کے دوسرے فرزند خواجہ محمد سعید ہیں۔ آپ نہ صرف مکارمِ اخلاق بلکہ وفور احوال وکثرت فضائل وبشاشت۔ نرمی گفتار وصفائی کردار سے آراستہ ہیں۔ ولادت شریف آپ کی ماہ شعبان ۱۰۰۵؁ہجری کو واقع ہوئی +

خواجہ صاحب قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ محمد سعید چار پانچ برس کا تھا کہ بیمار ہوگیا غلبۂ ضعف میں اس سے پوچھا گیا۔ کیا چاہتے ہو۔ بے اختیار کہا کہ خواجہ صاحب

کو چاہتا ہوں +

خواجہ صاحب (یعنی حضرت خواجہ باقی باللہ) کی خدمت میں میں نے ذکر کیا فرمایا تمہارے محمد سعید نے رندی و حریفی کی اور غائبانہ ہم سے نسبت پیدا کرلی چنانچہ حضرت خواجہ صاحب نے اُن مکتوبوں میں جو آپ کو لکھے ہیں آپ کا ذکر کیا اور شفقت تمام فرمائی ہے اور آپ کے لئے دُعا کی ہے +

آپ نے اور ایک مخلص کے مکتوب میں آپ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ آپ کے اطفال اسرار الٰہی ہیں اور استعداد عجیب رکھتے ہیں بالجملہ شجرہ طیبہ ہیں۔ انبتہ اللہ نباتا حسناً +

حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کا یہ فرمان اشارہ ہے حضرات مخدوم زادوں کی علو استعداد و بلند فطرتی کی طرف +

الغرض جب آپ سن تمیز کو پہنچے تو تحصیل علوم ظاہر میں مشغول ہو گئے۔ کچھ حصہ علوم کا آپ نے حضرت خواجہ صاحب سے تحصیل کیا۔ اور کچھ اپنے برادر بزرگ کی خدمت میں اور باقی علوم کی تحصیل شیخ طاہر لاہوری سلمہ اللہ کی خدمت میں کی۔ علوم عقلیہ میں مہارت تمام حاصل کی تھی۔ اور بہ یُمن برکات اپنے والد بزرگوار اثنائے تحصیل علم میں ہی اس طائفہ علیہ کی نسبت اور احوال حاصل کرلی۔ سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں آپ نے یہ تمام ظاہری باطنی کمالات حاصل کر لئے +

اس کے بعد آپ بمہارت تمام کتب معقول و منقول کا درس دینے لگے۔ اور بعض کتابوں پر تعلیقات و حواشی بھی لکھے +

از انجملہ تعلیقات مشکوٰۃ المصابیح ہے۔ اس تعلیق میں نہایت تحقیق و صحت کی اُن احادیث کے بتلانے میں نہایت کوشش و سعی کی جو آئمہ حنفیہ کا ماخذ ہیں چنانچہ بعض علما اُس کے مطالعہ سے بہت خوش ہوئے اور اس تعلیقات کو بہت پسند کیا اور آپ کے حق میں دعائے خیر کی +

راقم الحروف بھی ایک روز حاضر تھا۔ بعض علما نے مذہب حنفیہ کے متعلق ایک مشکل مسئلہ پوچھا۔ اور آپ نے نہایت تحقیق کے ساتھ بیان کیا۔ یہ مسئلہ اصول فقہ کے ساتھ تعلق رکھتا تھا۔ فاضل مشار الیہ نے راقم الحروف سے سرگوشی کر کے کہا کچھ

تمہیں بھی معلوم ہوا تمہارے مخدوم زادہ اس وقت اپنا نظیر نہیں رکھتے +

ایک دفعہ لاہور کے ایک بزرگ نے شب کو مجلس منعقد کی اور علماء و مشائخ بلدہ کو جمع کیا۔ اور اکابر نزیل لاہور کی دعوت بھی کی۔ مجلس میں اتفاق سے دسجدۂ تحیت وسجدۂ عبادت کے متعلق گفتگو ہونے لگی +

حضرت مخدوم زادہ مع اپنے برادر عزیز کے ایک جانب تھے اور جماعت کثیرہ فول علما ایک جانب۔ تقریباً ہر ایک علم کے متعلق گفتگو کر رہے تھے یطلبہ علم ان دو برادریوں کی قوت علمیہ دیکھ کر حیرت میں تھے۔ اور اہل مجلس اس کا نظارہ کر رہے تھے۔ جو بزرگ ان دونوں برادران سے واقف نہ تھے، دریافت کیا کہ یہ دونوں عزیز کون ہیں۔ جب سُنا یہ دونوں عزیز حضرت خواجہ صاحب کے فرزند ہیں۔ تو کہنے لگے کیوں نہیں ایسے صدف ولایت سے کیوں دُرِ ہدایت نہ نکلیں +

رفع سبابہ کے متعلق بھی آپ نے مذہب حنفیہ کے مطابق ایک رسالہ تحریر کیا اور فرمایا کہ مقصد یہ ہے کہ اولویت عدم رفع سبابہ ثبوت کو پہنچی۔ جب یہ رسالہ مثبت رفع سبابہ کی خدمت میں پہنچا تو وہ اقامت دلیل میں نہایت متحیر ہو گئے +

ایک روز حضرت خواجہ صاحب نے بتقریب جامعیت ان دونوں برادران کو فرمایا کہ جب محمد صادق مرحوم فوت ہو لئے تو میں نے دل میں کہا کہ اب کوئی ایسا فرزند جو فضائل ظاہریہ و احوال باطنیہ میں کمال رکھتا ہو کہاں سے پاؤں گا۔ آخر کو حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے یہ دونوں برادر اُن کے قائم مقام عطا فرمائے الحمد للہ علےٰ احسانہٖ +

اخذ طریقت و مراقبہ آپ نے اپنے والد بزرگوار سے کیا ہے اور نسبت ہائے علیہ کو پہنچے۔ چنانچہ ابتدائے سلوک و ظہور جوش و خروش میں جو عرضداشت کہ آپ نے سرہند سے دہلی حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں ارسال کی اُس میں آپ نے لکھا تھا :-

جناب عالی! دل کو کسی طرف متوجہ پاتا، بلکہ دل کو نہیں پاتا، اکثر حیران رہتا ہوں۔ اگر قرآن مجید سُنتا ہوں اور لوگوں کی طرح بیٹھا رہتا ہوں۔ گاہ بغیر توجہ ذکر دل میں زندگی مفہوم ہوتی ہے۔ قصبۂ شاہجہان آباد میں مشغول ذکر تھا کہ روح کو بدن سے بالکل

جدا دیکھا۔ معلوم ہوا کہ یہ مقام حیرت ہے۔ اس مقام کے پیشوا شیخ عراقی قدس سرہٗ ہیں۔ میں نے دیکھا کہ شیخ ظاہر ہوئے اور اس نسبت نے غلبہ کیا اور اس قدر غلبہ کیا کہ میں متالم ہوا۔ اس اثنا میں حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کا ظہور ہوا۔ اور مجھے تسکین ہوئی۔ انتہٰے +

حضرت خواجہ صاحب نے حاشیہ ہی پر اس کا جواب یہ تحریر فرمایا کہ "محمد سعید نے جو احوال لکھے ہیں وہ اصل احوال ہیں۔ دوستوں میں سے خصوصیت کے ساتھ کسی کو یہ احوال حاصل نہیں ہوئے۔ انشاء اللہ تعالےٰ یہ بھی ولایت خاصہ سے مشرف ہونگے"+

چنانچہ اس کے بعد سے تا زمانۂ وفات نظرات و توجہات خاص آپ پر اور آپ کے برادر خورد خواجہ محمد معصوم سلمہا اللہ تعالےٰ پر کرتے رہے۔ اور نسبتہائے بلند و احوال ارجمند سے سرفراز کیا +

اس کے بعد سے دوسرے لوگ آپ ہی کی وساطت سے مستفید ہوا کرتے تھے۔ بعض اسفار کا ذکر ہے کہ آپ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے ہمراہ نہیں گئے اور بضرورت سرہند میں رہ گئے تھے۔ راقم الحروف اس وقت آپ کے ہم رکاب تھا اور مشاہدہ کرتا جاتا تھا کہ جب کوئی وارد و حال عظیم آپ پر ورود کرتا ان مخدوم زادوں بشوق تمام یاد کرتے۔ چنانچہ آپ کے یہ چند کلمے اس پر شاہد عدل ہیں۔ آپ نے ان دونوں مخدوم زادوں کو تحریر فرمایا:۔

الحمد للّٰہ والصلوٰۃ والسلام علےٰ رسول اللّٰہ فرزندان گرامی ہرچند کہ مشتاق و خواہان صحبت ہیں۔ ہم بھی اُن کے حضور و ملاقات کے آرزو مند ہیں۔ لیکن کیا کرنا چاہیئے کہ جمیع آرزوئیں میسّر نہیں ہو جاتیں۔ اس لشکر میں بے اختیار رہنے کی رغبت کو غنیمت جانتا ہوں۔ اور اس کی ایک ساعت کو اور مقامات کی ساعات کثیرہ سے بہتر خیال کرتا ہوں۔ کیونکہ جو کچھ اس جگہ میسّر ہے دوسری جگہ معلوم نہیں کہ میسّر ہو سکے اس جگہ کے علوم و معارف جدا ہیں۔ اور اس مجموعہ کے احوال و مقامات علٰحدہ ہیں۔ جو عتاب کہ سلطان کی طرف سے ہوا ہے اُسے ذریعہ کمال رافت و رضامندی حق سبحانہٗ جانتا ہوں۔ اور سعادت اس حبس میں خیال کرتا ہوں۔ ان ایام میں مشاجرات عجائب کاروبار سے ہیں۔ اور تفرقہ غرائب عجیج و دلال سے ہے۔ لیکن ان اوقات میں جو دولت

و نعمت تازہ اور جو ہوا بھی، روز بروز میسر آتی ہے، فرزندانِ دلبند اس وقت یاد آتے ہیں اور ان کی دُوری کی وجہ سے طبیعت میں اضطراب پیدا ہوتا ہے۔ مَیں جانتا ہوں کہ میرا شوق تمہارے شوق پر غالب ہے۔ کیونکہ جس قدر پسر کا پدر خواہاں ہوتا ہے پسر پدر کا اتنا خواہاں نہیں ہوتا۔ ہرچند کہ قضیۂ اصالت و فرعیت اس کے عکس کا مقتضی ہے کہ اصل فرع کی محتاج نہیں ہوتی، بخلاف فرع کے کہ اصل کی محتاج ہوتی ہے لیکن قبلہ از فرعیت ایسا نہیں بلکہ اشد شوق اصل کے لئے ثابت ہوا ہے ع

درخانہ بکد خدائی ماند ہمہ چیز

والسلام +

آپ نے اپنے مکتوبات قدسی آیات میں ان دونوں نخل بوستان ولایت کے معارف خاصہ کا ذکر کیا ہے۔ کما لا یخفیٰ علیٰ ناظر مکتوباتہ الشریفۃ +

سفر اجمیر میں بندہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ کے ہمرکاب تھا، دیکھتا رہتا تھا کہ ہر روز خواجہ صاحب قدس سرہٗ آپ کو ایک نئے فیض و نسبت خاصہ سے سرافراز فرماتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک روز فرمایا کہ ”یہ سفر گویا محمد سعید کے لئے کیا ہے تاکہ وہ ترقیات بسیار کریں“ +

ایک خلوت میں فقیر سے فرمایا کہ ”عمر کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اب جانے کے دن قریب معلوم ہوتے ہیں۔ مَیں چاہتا ہوں کہ محمد سعید ایسا ہو کہ میرا جانشیں ہو سکے“ +

مَیں نے مخدوم زادہ کی خدمت میں اس کا ذکر کیا، تو آپ نے برقّتِ دلِ تمام فرمایا کہ مَیں ناقابل اپنے آپ کو ہرگز ہرگز اس امر کے شایاں نہیں پاتا۔ آپ جہاں کہیں جاتے ہیں محمد معصوم کو اپنا جانشیں کر جاتے ہیں۔ اور مجھے اُن کی متابعت کا حکم کر جاتے ہیں۔ اگر یہ التماس خاطر شریف میں نہ آئے تو مجھے فرما دیں کہ مَیں حضرت بزرگ کے مزار پر جو بیرون شہر واقع ہے گوشہ نشینی اختیار کروں۔ اور مسند داری قرۃ العین محمد معصوم کے حوالہ ہو +

فقیر نے یہ ماجرا مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم کی خدمت میں عرض کیا اُنہوں نے بھی گریز کیا۔ اور فرمایا۔ اعزّ نے مخدومی خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ مجھے اپنی خدمت کے لائق نہیں سمجھتے۔ اور مَیں خود جب تمامت احوال و اطوار و اختیارہائے شرعیہ۔